پاکستانی انتخابات اور بلوچ قومی زمہ داریاں

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آزاد

سیریز:02

پاکستانی انتخابات

اور

بلوچ قومی زمہ داریاں

بلوچ اسٹوڈنس آرگنائزیشن آزاد

نوٹ

(یہ کتابچہ بلوچستان میں قابض ریاست کی جانب سے غیر قانونی انتخابات اور ان نام نہاد انتخابات میں بلوچ قومی زمہ داریوں کے حوالے سے آگاہی کیلئے لکھا گیا ہے تاکہ بلوچ قوم دشمن کی جانب سے منعقد ہونے والے نام نہاد انتخابات کا بائیکاٹ کرکے قومی آزادی کیلئے خاموش حمایت کا اعلان کریں۔ کتابچے میں پاکستانی انتخابات، نام نہاد قوم پرست و وفاق پرست جماعتوں کی منفی کردار، بلوچ قومی زمہ داریاں و چیئرمین درپشان بلوچ کا قوم کے نام پیغام شامل ہے۔ سگار پبلی کیشنز کی جانب سے سلسلہ وار قومی آگاہی سیریز کا یہ "دوسرا سیریز ہے" ہے)

چھاپ: جنوری 2024

سگار پبلیکیشنز

بلوچ اسٹوڈنس آرگنائزیشن آزاد

www.bsoazad.org

اداریہ

پاکستانی انتخابات اور بلوچ قومی زمہ داریاں

الیکشن کا عمل دنیا کے کسی بھی مہذب ملک میں جمہوری و سیاسی نظام کیلئے بنیادی اکائی کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔ جمہوریت الیکشن کی بنیاد پر ہی کام کرتی ہے جہاں عام عوام الیکشن اور ووٹ کا حق استعمال کرتے ہوئے اپنے علاقوں اور حلقوں سے اپنے نمائندے منتخب کرتے ہیں جو ریاست کے ایوانوں میں جاکر اپنے لوگوں کے حقوق کی تحفظ اور قانون سازی کا عمل سرانجام دیتے ہیں اور دنیا کی تمام جمہوری ممالک میں لوگوں کو منتخب کرنے کیلئے یہی طریقہ بہترین سمجھا جاتا ہے اور استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن جہاں بات ایسے علاقوں کی ہو جہاں پر ایک قابض موجود ہے جنہوں نے مقبوضہ علاقے کے لوگوں سے جینے، زندہ رہنے اور سانس لینے کا بھی حق چھین لیا ہے جبکہ ریاست کی جانب سے گھروں پر چھاپے، علاقوں پر بمباری، ہر گاؤں میں سینکڑوں فورسز کی تعیناتی اور تمام حربے استعمال کئے جارہے ہوں جو قومی تحریک یا کسی بھی انقلابی عمل کو روکنے کیلئے لگائے گئے ہوں جبکہ عوام کو حق رائے دہی تو دور کی بات جینے کا بھی حق حاصل نہیں ایسے علاقوں میں الیکشن، ڈھونگ، دنیا کے آنکھوں میں دھول جونکھنا، اپنے قبضے کو حقیقی شکل دینا ہوتا

ہے جبکہ یہ علاقے جہاں لوگ آزادی اور قومی جہد پر یقین رکھتے ہیں ایسے ڈھونگ رچا کر ریاست دنیامیں یہ پیغام دینے کی کوشش کرتا ہے کہ جس علاقے میں آپ جنگ وجدل، قتل وغارت گری، جہدِ آزادی و الگ ریاست بنانے کی بات کرتے ہیں یہاں لوگ لاکھوں کی تعداد میں الیکشن میں حصہ لیتے ہیں، اپنے نمائندے پارلیمنٹ میں بھیجتے ہیں جو ملک کے اندر قانون سازی کا کام کرتے ہیں اور لوگ ریاست سے امید وابستہ رکھے ہوئے ہیں۔ اور دنیا کی تمام قابض ریاستیں انہی انتخابات کا سہارہ لیکر ایک غلط اور جھوٹا بیانیہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ریاست کی بنیادیں مضبوط ہیں۔

بلوچستان میں الیکشن کا ڈھونگ اسی وجہ سے رچایا جاتا ہے کہ بلوچستان کے حوالے سے دنیا کو ایک غلط پیغام پہنچایا جا سکیں کہ بلوچستان میں لوگ ریاست کے حامی ہیں اس لیے وہ پارلیمنٹ میں اپنے نمائندے بھیج دیتے ہیں۔ جبکہ دوسری جانب پارلیمنٹ میں اپنے چنے گئے لوگوں کو سیاسی نمائندے کے طور پر پارلیمنٹ میں بھیج کر بلوچستان پر قابض فوج اپنا کام لیتا ہے جس میں فوجی آپریشنز و قتل و غارت گری کا دفاع، فوجی مالیات کی تحفظ اور بلوچستان کے وسائل کی لوٹ مار میں قابض فوج کا بھرپور ساتھ دینا اور ریاستی فورسز کی سیاسی زبان بنا ہوتا ہے۔ بلوچستان میں نام نہاد پارلیمنٹ، حکومت اور نمائندے فوج کے سیاسی ترجمان کے طور پر کام کرتے ہیں جو بلوچستان سے تعلق کا دعوی کرتے ہوئے ریاستی قابض ٹولے کی ترجمانی کرتے ہیں۔ الیکشن کا ڈھونگ رچا کر ریاست اپنے پالے ہوئے

ڈیتھ اسکواڈز، ڈرگ لارڈز، مافیاز، لینڈ لارڈز، میر، سردار اور مختلف لوگوں کو سامنے لاتا ہے تاکہ قابض ٹولے کی حکمرانی کو ایک جواز دیا جا سکیں۔ بلوچستان میں الیکشن کے ڈھونگ ہونے کی سب سے بڑی وجہ قدوس، ڈاکٹر مالک، ثنا اللہ زہری اور جام کمال جیسے لوگوں کا وزیر اعلیٰ بننا ہے جنہیں بلوچستان کی کروڑوں کی آبادی میں ٹھپہ لگائے گئے ووٹ کی تعداد بھی 400 سے زائد نہیں جو عام لوگوں کی سوچ کی عکاسی کرتا ہے کہ عام لوگ کسی پارلیمنٹ اور ریاست کے آلہ کاروں کے ساتھ نہیں بلکہ قومی آزادی کیلئے جاری جدوجہد کو جاری رکھنے والے جہد کاروں کے ساتھ ہیں۔ ایک طرف ریاست بلوچستان میں الیکشن کا ڈھونگ رچاتی ہے جبکہ دوسری جانب بلوچ قوم الیکشن کا بائیکاٹ کرتے ہوئے دنیا کو مسلسل پیغام پہنچا رہی ہے کہ بلوچ قوم ریاست کے الیکشن میں حصہ نہیں لیتی کیونکہ قوم کو ان الیکشن سے کوئی سروکار نہیں بلکہ قوم بلوچ آزادی پسندوں کے مطالبے کے مطابق الیکشن کا بائیکاٹ کرکے ہر مرتبہ ریفرینڈم کرتی ہے کہ بلوچ قوم مزید ریاست کے پارلیمنٹ کو قبول نہیں کرتی اور وہ ایک آزاد بلوچ ریاست پر یقین رکھتے ہیں۔ ریاست دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہی ہے کہ بلوچستان ایک مقبوضہ خطہ نہیں بلکہ پاکستان کے چار صوبوں میں ایک خودمختار صوبہ ہے جس کی اپنی الگ اسمبلی ہے اور یہاں کے لوگوں کو عوام منتخب کرکے پارلیمنٹ بھیج رہی ہے تاکہ دنیا میں ایک تاثر پیدا کیا جائے کہ بلوچ قوم خود کو اس ریاست کا حصہ سمجھتی ہے اور اس کے پارلیمنٹ میں جا کر اپنے لوگوں

کیلئے قانون سازی کا کام سرانجام دیتے ہیں اور یہ لوگ پارلیمنٹ میں اپنے لوگوں سے ووٹ لیکر آئے ہیں جبکہ حقیقت مکمل طور پر اس کے برعکس ہے اور عوام کے اندر ریاست کے حوالے سے مکمل طور پر ایک الگ سوچ پائی جاتی ہے۔ بلوچ قوم بلوچستان پر ریاست کو ایک قابض کے طور پر دیکھتی اور سمجھتی ہے بلکہ بلوچ سرزمین پر 27 مارچ 1948 کے قبضے سے لیکر آج تک بلوچ قوم نے وقتاً فوقتاً اس قبضے کے خاتمے کیلئے جدوجہد اور قربانیاں دی ہیں جبکہ حالیہ 24 سالوں سے ریاست کے خلاف جو تحریک منظم ہو چکی ہے وہ اس سوچ اور فکر کی آبیاری ہے کہ بلوچ قوم ریاست پاکستان کو بلوچ سرزمین پر ایک قابض کے طور پر دیکھتی ہے اور اس کے قبضے کے خلاف جدوجہد کو بنیادی حق تصور کرتی ہے۔ حالیہ دنوں بلوچ قومی تحریک کو دنیا بھر میں ملنے والی پزیرائی کو دیکھ کر ریاست مذید خوفزدہ ہو چکی ہے اور بلوچستان پر جاری قبضے کو دنیا بھر میں زیرِ بحث دیکھ کر ریاست ایک مرتبہ پھر الیکشن کا ڈرامہ رچا کر، ٹھپے لگوا کر اور لوگوں کو ڈرا دھمکا کر الیکشن میں حصہ لینے کیلئے مجبور کر کے دنیا کو باور کرانے کی کوشش کرے گا کہ بلوچستان بھر سے ایک بڑی تعداد میں لوگوں نے الیکشن میں حصہ لیکر ریاست پر بھروسے کا اظہار کیا ہے جبکہ حقیقت بلکل اس کے برعکس ہے اور بلوچ قوم پچھلے دو الیکشنز میں اکثریتی طور پر بائیکاٹ کر کے واضح پیغام دے چکا ہے کہ بلوچ قوم بلوچ سرزمین پر ریاست کے قبضے کو ناجائز سمجھ کر اس کے خلاف جدوجہد میں مصروف عمل ہے۔ آج ہزاروں بلوچ نوجوان قومی آزادی کی

پلیٹ فارمز پر منظم ہو چکے ہیں اور قابض پاکستان کے خلاف جاری قومی جدوجہد کا حصہ بن چکے ہیں، ریاست طاقت کا بے دریغ استعمال کرتے ہوئے بھی بلوچ قومی تحریک کو کمزور کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ مارو اور پھینکو کی پالیسی کے تحت قابض پاکستانی ریاست نے ہزاروں کی تعداد میں سیاسی جہد کار اور تحریک سے جڑے دانشوروں وصحافیوں سمیت ہر طبقہ فکر کے لوگوں کو نشانہ بنایا، علاقوں میں آپریشنز کئے گئے، گھروں کی چادروچار دیواری کی پامالیاں کی گئی، نوجوانوں کے لاشوں کو مسخ کر کے ڈریل کیا گیا تاکہ لوگ تحریک سے دوری اختیار کریں اور ڈیتھ اسکواڈز بلوچستان بھر میں فعال کئے گئے جنہیں بلوچستان میں خوف وہراس پھیلانے کا ٹاسک دیا گیا ایسے حالات میں بھی بلوچ قوم نے ریاستی قبضے کا بھرپور مقابلہ کیا اور قابض کے خلاف یہ جدوجہد اب بھی منظم انداز میں جاری وساری ہے۔ قابض ریاست اپنی تمام طاقت آزمانے کے باوجود بلوچستان کے لوگوں کو خاموش کرانے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے اور باشعور بلوچ نوجوان آج بلوچستان کی ہر گلی اور کوچے میں ریاستی بربریت کے خلاف نکل چکے ہیں۔ ریاست نے جہاں طاقت کا استعمال کیا وہی دوسری جانب زبانوں کے نام پر، مذہب کے نام اور مختلف طریقوں سے بلوچ قوم کو تقسیم کرنے کی پالیسیاں اپنائی لیکن بلوچ قوم نے آج ریاست کے تمام حربوں کو رد کر دیا ہے اور قومی تحریک کا ساتھ دے کر ریاست پر واضح کر دیا ہے کہ بلوچ اجتماعی طور پر بطور قوم ریاستی قتل عام کے خلاف منظم ہے۔ جب طاقت کا حربہ

کامیاب نہیں ہوا تو ریاست نے ہمیشہ دیگر ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو قومی آزادی کے سوچ سے دور رکھنے اور انہیں ریاست کا حامی بنانے کی کوشش کی ہے جس طرح 2013 اور 2018 کے الیکشن میں بلوچ قوم نے ریاستی الیکشن کا مکمل طور پر بائیکاٹ کرکے ریاست کی بلوچستان میں بنیادیں ہلا دی تھیں اور تمام مخلص اور باضمیر لوگوں نے ریاستی الیکشن کا بائیکاٹ کیا جس کے بعد ریاست کے پاس محض چند غنڈے، سردار، میر اور لالچی و مفاد پرست افراد بچ چکے ہیں جو اپنے وقتی مفادات کیلئے ریاست کے الیکشنز میں حصہ لیکر اپنے وقتی مفادات پورا کرتے ہیں جبکہ آج ان پارلیمنٹ والوں کے عوام کے اندر حیثیت کیا ہے اس سے تمام بلوچ قوم مکمل طور پر واقف ہیں بلکہ الیکشن میں حصہ لینے والے تمام افراد کو بلوچستان کا عام بلوچ قاتل اور قابض کے آلہ کار کے طور پر دیکھتے ہیں کیونکہ الیکشن بلوچ قوم کی مرضی و منشا کے بغیر بلوچستان میں زور زبردستی منعقد کئے جاتے ہیں۔ بلوچ قوم نے پچھلے دو الیکشنز سے بائیکاٹ کرکے واضح کر دیا تھا کہ قابض ریاست کے الیکشن میں حصہ لینے میں وہ اپنے مستقبل کا فائدہ نہیں دیکھتے بلکہ قابض کے الیکشن کو بلوچستان میں جاری قبضے کو دوام بخشنے کیلئے ایک حربے کے طور پر دیکھتے ہیں۔ بلکہ بلوچستان میں گزشتہ دو الیکشنز میں جن افراد کو الیکشن کے ذریعے سامنے لایا گیا یہ تمام افراد بلوچستان میں ڈیتھ اسکواڈز، منشیات فروشی اور غیر انسانی عمل میں ملوث ہیں۔ سرفراز بگٹی، شفیق مینگل، ڈاکٹر مالک، اکبر آسکانی، ظہور بلیدی جیسے قومی غدار الیکشنز میں حصہ لیتے ہیں جن

کے قوم دشمن کرتوں سے تمام بلوچستان واقف ہے جبکہ آج بلوچستان کا ایک بھی باشعور شخص اس الیکشن میں حصہ نہیں لے رہا کیونکہ بلوچ قوم کو اس بات کا مکمل طور پر احساس ہو چکا ہے کہ بلوچستان کے مسئلے کا حل ریاستی الیکشن میں حصہ لیکر ریاست کے قبضے کو بلوچستان پر مضبوط کرنے میں نہیں بلکہ اس کے خلاف جاری قومی آزادی کی جدوجہد کو اخلاقی و عملی حمایت کرنے میں ہے اس لیے ریاست ہر مرتبہ فوج کی طاقت اور اپنے غنڈوں اور ڈیتھ اسکواڈز کو ایکٹو کر کے بلوچستان میں الیکشن کے ڈرامے رچانے کی کوشش کرتی ہے۔

اس تمام حقیقت کو سمجھتے ہوئے اس حقیقت کی شدت سے ضرورت ہے کہ بلوچ قوم پچھلے الیکشنز کی طرح اس مرتبہ بھی الیکشن کے دن احتجاجاً اپنے گھروں میں بیٹھ کو ریاستی الیکشن سے دور رہ کر ثابت کریں کہ وہ بلوچستان پر قابض ریاست کے قبضے کو غیر قانونی اور غیر انسانی سمجھتے ہیں جبکہ اس کے خلاف جدوجہد کو اولین فریضہ سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ جو عملاً اس تحریک کا حصہ نہیں بن سکتے، اس میں شرکت نہیں کر سکتے اس کھٹن اور مشکل سفر میں چل نہیں سکتے ہیں تو وہ ریاست کے ایسے الیکشن کا بائیکاٹ کر کے بھی قومی جہد کو سپورٹ کر سکتے ہیں کیونکہ جب قوم قابض ریاست کے الیکشن کا بائیکاٹ کرے گی تو دنیا کو اس بات کا اچھی طرح اندازہ ہو جائے گا کہ بلوچ قوم اس ریاست کے پارلیمنٹ کو اپنا نہیں سمجھتی بلکہ اس ریاست پر بھروسہ نہیں رکھتی اس لئے وہ الیکشن سے بائیکاٹ کر رہی ہے

اور دنیا کو بطور ریفرینڈم یہ پیغام دی رہی ہے کہ بلوچ قوم اپنی الگ ریاست کی خواہش رکھتے ہیں اور قومی آزادی کیلئے جاری جدوجہد کو اخلاقی طور پر سپورٹ کرتے ہیں لیکن قابض کی طرف سے الیکشن کے نام پر رچائے گئے اس ڈرامہ کا حصہ بن کر آپ ایک طرف دشمن کو اپنی وفاداری دکھاتے ہیں جبکہ دوسری جانب ریاست کو یہ موقع بھی مل جاتا ہے کہ یہاں کے لوگ ریاست کے پارلیمنٹ پر بھروسہ رکھتے ہیں اس لئے بلوچ قوم پر واضح ہونا چاہیے کہ وہ ریاست کی جانب سے رچائے جانے والے اس ڈرامہ کا بھرپور طور پر بائیکاٹ کرکے دنیا کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو جائیں کہ بلوچ قوم ریاست کے اس ڈرامے کا حصہ نہیں اور وہ قومی آزادی کی جدوجہد کے اخلاقی حمایتی ہیں۔

جہاں ریاست اس ڈرامے کو رچا کر دنیا کے آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کر رہی ہے وہی دوسری جانب کچھ نام نہاد قوم پرست جماعتیں اس بات پر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر ہم الیکشن کا حصہ نہیں بنیں گے تو اس کی جگہ ڈیتھ اسکواڈز کے اہلکار نمائندے بن کر آئیں گے جو قوم پر قہر برسائیں گے جبکہ درحقیقت جہاں ڈیتھ اسکواڈز ریاست کو جنگی بنیادوں پر سپورٹ کر رہے ہیں اور قومی آزادی کے سامنے رکاوٹ بنی ہوئی ہیں وہی دوسری جانب یہ نام نہاد قوم پرست جماعتیں لوگوں کو ڈرادھمکا کر الیکشن میں اپنے وقتی مفادات کیلئے لانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ ایم پی اے اور ایم این اے جیسی سیٹوں پر بیٹھ کر اچھی طرح کرپشن کرسکیں اور ان کی یہ حرکتیں کسی نہ

کسی طرح عوام کے اندر یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش ہوتا ہے کہ بلوچستان اور وفاق کا ایک رشتہ قائم ہے جبکہ حقیقت میں بلوچستان اور پاکستان کا رشتہ کسی وفاق یا صوبے کا رشتہ نہیں ہے بلکہ ایک قابض اور مقبوض کا رشتہ ہے جو جبر پر مبنی ہے اور جبر کے ذریعے اس وقت قائم ہے۔ اس لئے ریاست کی اس جبر پر مبنی رشتے کو مکمل طور پر ختم کرنے اور قومی آزادی کی جدوجہد کو اخلاقی سپورٹ کرنے کیلئے بلوچ قوم ان الیکشن کا بائیکاٹ کرکے ثابت کریں کہ بلوچ قوم ریاست کے چال بازیوں کا حصہ نہیں اور وہ اپنے وطن پر اپنی حکمرانی چاہتی ہے جو 1948 سے پہلی تھی۔

بلوچستان جب ایک خودمختار وطن بن جائے گا جب بلوچستان کے لوگ مکمل طور پر اپنے فیصلوں میں آزاد ہو جائیں گے جب بلوچستان کے بارڈرز پر بلوچ فوج تعینات ہوگی جب بلوچستان کے چپے چپے میں لوگ سکون اور آزادی سے جی رہے ہونگے تب بلوچ قوم الیکشن منعقد کرے گی اور عوام کو یہ فیصلہ کا مکمل اختیار ہو گا کہ وہ بلوچ پارلیمنٹ میں کن لوگوں کو بھیج دینا چاہتے ہیں وہ وزیر اعظم کس کو دیکھنا چاہتے ہیں وہ کس جماعت کو ووٹ دے کر حکومت دلوائیں گے وہ کن کو ایم پی اے اور ایم این اے بننا پسند کرینگے جو پارلیمنٹ میں جاکر اپنے علاقے کی بہترین نمائندگی کر سکیں اور لوگوں کیلئے کام کر سکیں اور ریاست کے قانون ساز اسمبلیوں میں کس کس کو بھیجنا ہے یہ تمام اختیار بلوچ قوم کو حاصل ہونگی لیکن اس کیلئے بلوچ قوم کو بلوچستان پر اس وقت موجود قابض کو نکالنا لازمی

ہے کیونکہ جب تک بلوچ سرزمین پاکستانی قبضے میں رہے گا اس وقت تک بلوچستان میں کسی بھی طرح کا سکون اور آزادی ممکن نہیں۔ جبر اور قبضے کے سائے تلے کوئی الیکشن نہیں ہوتے اور کسی کو بھی یہ اختیار نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے لوگوں کو چن سکیں کیونکہ بلوچ قوم کے بہترین شخصیت اور بلوچ قوم کیلیئے سوچنے اور فکر کرنے والے افراد کو ریاست کی جانب سے قتل و غارت گری اور جبری گمشدگی کا سامنا ہے اور قومی و فکری سوچ رکھنے والے بلوچ رہنماور ہبر اس وقت بلوچ قومی آزادی کی جدوجہد میں مصروف عمل ہیں اور اس مقصد کیلیئے انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہے۔ بلوچ قوم آج آزادی کے فکر و فلسفے پر یقین رکھتی ہے اور بلوچ سرزمین پر ریاست کے قبضے کا خاتمہ چاہتی ہے اس لئے ریاست کی جانب سے الیکشن کی شکل میں رچائے گئے ڈرامے کی بلوچستان میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ زمہ داری تمام بلوچ قوم پر عائد ہوتی ہے کہ وہ ریاست کی جانب سے رچائے گئے اس ڈرامے سے خود کو دور رکھ کر ثابت کریں کہ وہ اس پارلیمنٹ کا کسی بھی طرح حصہ نہیں جو قابض پاکستان اور مقبوضہ بلوچستان کے درمیان رشتہ جوڑنے کی کوشش کریں بلکہ وہ قومی آزادی کیلیئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے سپوتوں کا حصہ ہیں جو اس جبر پر مبنی قبضے کے خلاف اس وقت جدوجہد میں مصروف عمل ہیں۔

ریاست بلوچستان میں انتخابات سے کیا حاصل کرنا چاہتی ہے۔

دنیا میں جہاں بھی کوئی قبضہ گیر گزر چکا ہے یا جہاں بھی کوئی ریاست موجودہ وقت میں قابض ہے ان تمام قابضین میں ایک چیز مشترک ہے وہ نام نہاد انتخابات کے ذریعے دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہاں پر موجود حکومت یا ریاست عام لوگوں کی منتخب کی ہوئی حکومت اور ریاست ہے اور بہت سے مقامات پر جب عوام ان غیر قانونی الیکشن کا حصہ نہیں بننا چاہتی تو ریاست زور زبردستی اور طاقت کے ذریعے ان انتخابات کا ڈرامہ رچاتی ہے جیسے امریکہ نے جب افغانستان پر حملہ کیا، لاکھوں لوگوں کو قتل کیا، لاکھوں لوگوں کو ملک چھوڑنے پر مجبور کیا اور افغانستان سے سابق طالبان حکومت کا تخت الٹا دیا تو اس کے فوری بعد الیکشن کا ڈرامہ رچایا تاکہ دنیا کو یہ باور کرایا جاسکیں کہ طالبان کی حکومت کو افغانستان میں کوئی عوامی حمایت حاصل نہیں بلکہ یہ ایک ناجائز حکومت تھی جس کا امریکہ نے تخت الٹ کر کروڑوں افغانوں کے ارمانوں کو پورا کر لیا ہے اور دوسری جانب ان نام نہاد الیکشن کا ڈرامہ کر کے وہ اپنے لوگوں کو بھی بے وقوف بناتے ہیں کہ ہم دنیا میں جمہوریت نافظ کرنے کیلئے دیگر ممالک میں جنگ لڑ رہے ہیں تاکہ ان کی جنگی جرائم کو جمہوری شکل دے سکیں یہی نظارہ ہمیں افغانستان کے بعد عراق میں دیکھنے کو ملتا

ہے جب امریکہ اپنے اتحادی فورسز کے ہمراہ عراق پر حملہ آور ہوتی ہے اور عراق پر قبضہ جما لیتی ہے۔ عراق اور امریکہ کی جانب سے پیدا کی گئی جنگ کی وجہ سے پورا خطہ ایک نا ختم ہونے والے جنگ میں جھونک دیا جاتا ہے جہاں پھر داعش اور دیگر مذہبی و نسلی تنظیمیں ابھر کر پورے خطے کو تباہی کی جانب دھکیل دیتے ہیں اور لاکھوں لوگ اب تک امریکہ کی اس غلط پالیسی کی وجہ سے زندگی کی بازی ہار چکے ہیں لیکن امریکہ نے عراق پر قبضے کے فوری بعد عراق میں الیکشن کروانے کا فیصلہ کر لیا جس سے صدام حسین اور عراق کے سنی مسلمان جو امریکی حملے کا نشانہ بن گئے تھے نے الیکشن کا بائیکاٹ کیا اور پھر وہ گروپس جو امریکہ کے وفادار تھے وہ اس جبراًانتخابات کی وجہ سے طاقت میں آ گئے جس سے خانہ جنگی مزید شدت اختیار کر گیا اور پھر عراق دنیا کی بدترین جنگی میدان بن گیا جہاں سے اب تک لاکھوں لوگ لقمہ اجل بن گئے ہیں لیکن اگر انتخابات کی بات کی جائے تو آج بھی وہاں نام نہاد انتخابات کا ڈھونگ رچایا جاتا ہے تا کہ امریکہ اقوام متحدہ سمیت دنیا کو یہ باور کرائے کہ یہاں پر اب حکومت عام لوگوں کی ہے جبکہ اس سے پہلے جو حکمران تھے وہ ملک پر قابض تھے اور وہاں پر زبردستی حکومت کر رہے تھے۔ افغانستان، عراق کی طرح لیبیا بھی اس کی ایک سب سے بڑی مثال ہے جہاں جنرل قذافی کے وقت عام لوگ بہترین زندگی گزار رہے تھے اور تمام لوگ خوش تھے گو کہ ڈکیٹیر شپ کسی بھی لحاظ سے ایک بہترین حکومت نہیں ہو سکتی کسی بھی ریاست کیلئے لیکن تبدیلی کا عمل

ہمیشہ عوام خود لاتی ہے لیکن قبضہ گیر کی جانب سے اٹھائے جانے والا کوئی بھی قدم کسی بھی طرح عام عوام کیلئے نہیں ہوتی ہے گو کہ جن ممالک کا ذکر کیا جارہا ہے یہاں اکثر و بیشتر ڈکٹیٹر شپ رہی ہے لیکن اس کا قطعی مقصد کسی بھی ملک پر غیر ملکی قبضے کو جواز فراہم نہیں کرتا ہے کیونکہ قبضہ گیر کبھی بھی مظلوم اور غلام قوم کے مفادات کی تحفظ کا نہیں سوچتا بلکہ قبضہ گیر ہمیشہ اپنے مفادات دیکھتی اور ان کا خیال رکھتی ہے اور انہی کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے سرگرم رہتی ہے۔ قبضہ گیر مقبوضہ خطے میں جو بھی اقدامات اٹھاتی ہے ان کا بنیادی مقصد قابض کے مفادات ہوتے ہیں جس کیلئے مختلف ڈرامے رچائے جاتے ہیں۔ امریکہ اور ان کے اتحادیوں نے عراق، لیبیا اور افغانستان سمیت مختلف علاقوں میں جو ڈرامے رچائے ان کا بنیادی مقصد وہاں کے عوام کو ووٹ کا حق دینا نہیں بلکہ اپنے قبضہ گیرانہ مفادات کی تحفظ اور ان کے غیر قانونی حملے کو جواز فراہم کرنا تھا کیونکہ آج بھی بہت سے ایسے ممالک ہیں جو امریکہ کے قریبی اتحادی ہیں لیکن وہاں پر انتخابات نہیں ہوتا جس کی سب سے بڑی مثال سعودی عربیہ، کویت اور مختلف خلیجی ممالک ہیں جہاں انتخابات نہیں ہوتا لیکن یورپی ممالک ان ملکوں پر دباؤ نہیں دیتے کیونکہ ان ممالک کے ساتھ ریاست کے اسٹریٹجک مفادات وابستہ ہیں لیکن وہ ریاستیں جو ان ممالک کے اتحادی نہیں اور ان کے مفادات کو نقصانات پہنچاتے ہیں ان کے خلاف ایسے ٹول کو استعمال کرتے ہوئے ریاستیں دباؤ بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسری جانب

جب کسی ایسے خطے پر طاقت کے بل بوتے پر قبضہ کیا جاتا ہے تو دنیا کو بے وقوف بنانے کیلئے بندوق کے سائے تلے ایسے انتخابات کا ڈرامہ رچایا جاتا ہے تاکہ ایک طرف جہاں اپنے کٹھ پتلی لوگوں کو عوامی نمائندے کا نام دے کر پارلیمنٹ میں بٹھایا جائے جبکہ دوسری جانب دنیا کو یہ دکھایا جائے کہ یہاں پر آزادی اور ریاست مخالف جسے قومی موومنٹ کا کہا جارہا ہے ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور یہ پروپیگنڈا ہے کیونکہ جو قومیں اپنی آزادی اور خودمختاری کی باتیں کرتی ہیں جو ریاستیں اپنے الگ ریاست کے دعوے دار ہوتے ہیں وہ ریاست کے نام نہاد انتخابات کا حصہ نہیں بنتے اور ریاست کو ایک خاموش پیغام دیا جاتا ہے کہ عام لوگوں کیلئے آپ کی پارلیمنٹ، آپ کے نمائندے کوئی بھی معنی نہیں رکھتے ہیں۔

بلوچستان کے تناظر میں دیکھا جائے تو ہمیں یہی حقیقت دیکھنے کو ملتی ہے جہاں اس وقت دنیا بھر میں بلوچ قومی آزادی تحریک کی گونج ہے وہی ریاست دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش میں ہے کہ بلوچستان میں ایسی کوئی آزادی کی تحریک نہیں چل رہی ہے جبکہ قومی آزادی کیلئے جاری اس جدوجہد کو عوام کی سپورٹ حاصل نہیں، ریاست ایسے انتخابی ڈرامے سے دنیا کو یہی حقیقت دکھانے کی کوشش میں لگا ہوتا ہے اس لیے جہاں ریاست ایک طرف اپنے فوجی وفادار لوگوں کو الیکشن میں کھڑا کرتا ہے انہیں الیکشن مہم چلانے کیلئے تمام سہولیات فراہم کرتا ہے اور انہیں پیسے ومال و دولت دی جاتی ہے کہ وہ عام عوام

کو لالچ دے کر ووٹ کیلئے نکالیں جبکہ دوسری جانب ریاست کی بی ٹیم کے طور پر کام کرنے والی ڈیتھ اسکواڈز کو جنگی اسلحہ جات سے لیس کیا گیا ہے کہ وہ علاقے اور وہ لوگ جو اپنی خوشی سے ان انتخابات کا حصہ نہیں بننا چاہتے انہیں ڈرا دھمکا کر الیکشن کیلئے نکالیں۔ ریاست اپنی تمام طاقت آزمانے کی کوشش کرتی ہے کہ وہ مقبوضہ خطے میں انتخابات کے ڈراموں کو حقیقت میں تبدیل کر دیں کیونکہ ان جیسے نام نہاد انتخابات سے ریاست کو بلوچستان میں اپنے قبضے کو دوام بخشنے کیلئے مزید جواز مل جاتی ہے۔ صرف دنیا کو دھوکہ دینے کی حد تک نہیں بلکہ ریاست ایسے اقدامات سے اپنے دیگر صوبوں کے لوگوں کی بھی ذہن سازی کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ بلوچستان میں جو حقیقت ہے وہ اس کے بلکل برعکس ہے اور انتخابات سے میڈیا میں پروپیگنڈا کرتے ہوئے تحریک آزادی اور بلوچ جدوجہد کے حوالے سے رائے عامہ کو متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ گوکہ اس بات سے ہر عام و خاص آگاہ ہے کہ بلوچستان میں جاری قومی تحریک کو بلوچ قوم کی مکمل اخلاقی، سیاسی، مالی اور ہر طرح کی حمایت حاصل ہے اور عوام کی حمایت اور سپورٹ کی وجہ سے موجودہ تحریک ناقابل شکست بن چکی ہے۔ ریاست کی جانب سے ہزاروں لوگوں کا قتل عام کرنے کے باوجود عام لوگ ریاست سے شدید نفرت کرتے ہوئے کسی نہ کسی طرح قومی تحریک سے جڑے ہوئے ہیں اور انہی کی حمایت سے تحریک دن بدن شدت پکڑتا جارہا ہے لیکن ریاست اس سوچ اور فکر کو بھی ختم کرنے کیلئے ان انتخابات کا

سہارہ لیتی ہے۔ جہاں دنیا کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی جاتی ہے وہی بلوچ قوم کو بھی یہ جھوٹا احساس دلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ووٹ ہی بلوچ مسئلے کا حل ہے اور جب آپ کے چنے ہوئے نمائندے اسمبلیوں میں آئیں گے تو وہ آپ لوگوں کیلئے کام کرینگے جو کہ ایک سفید جھوٹ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ کوئی بھی باغیرت اور ذی شعور انسان ریاست کے ان ڈھونگ اور ڈراموں کا حصہ نہیں بنا چاہتا جس کی سب سے بڑی مثال بلوچستان اسمبلی میں موجود نام نہاد اسمبلی ممبران ہیں جن میں کوئی ڈیتھ اسکواڈ چلا رہی ہے، کوئی کسی قبیلے پر قبضہ کرتے ہوئے اسے زبردستی ریاست کے ساتھ جوڑے ہوا ہے تو کہیں ڈرگ مافیاز ملینگے۔ بلوچستان اسمبلی اس وقت جرائم پیشہ افراد سے بھرا ہوا ہے کیونکہ بلوچ قوم کی حقیقی وارثوں نے الیکشن کو تحریک کے آغاز سے ہی بائیکاٹ کیا ہوا ہے اور وہ کسی بھی طرح الیکشن کا حصہ نہیں ہیں۔ گزشتہ 2 الیکشنز میں بلوچ قوم نے تحریک کے حق میں جس طرح الیکشنز کا بائیکاٹ کیا وہ اس تحریک کے ساتھ بلوچ قوم کی اخلاقی حمایت کا بہترین ذریعہ ہے کہ وہ بلوچ سرزمین پر ریاست کے قبضے کے نظام کو قبول نہیں کرتے ہیں۔

ریاست کے مطلوبہ نتائج سمیت ایک کوشش یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ الیکشن کے ذریعے بلوچ قوم کے اندر انتشار و خلفشار کی ماحول کو پیدا کریں تا کہ بلوچ عوام کے اندر موجود اتحاد و اتفاق کو نقصان پہنچایا جاسکے جس کی سب سے بہترین مثال ہمیں حالیہ مہینوں میں ہونے

والے نام نہاد بلدیاتی الیکشنز میں دیکھنے کو ملتا ہے جہاں ریاست کے ٹولے ایک ہی گھر سے ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے خلاف کھڑا کرتے ہیں تاکہ ایک طرف تمام لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ ہم تمہیں سپورٹ کر رہے ہیں وہی دوسری جانب انہیں ایک دوسرے کے ساتھ لڑا کر انہیں زیادہ سے زیادہ بلیک میل کیا جاسکے۔ ریاست ایسے اقدامات کے ذریعے بلوچ عوام کے اندر موجود بھائی چارگی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے حتیٰ کہ انتخابات کے وقت ایک دوسرے کو اسلحہ جات سے لیس کیا جاتا ہے تاکہ خانہ جنگی زیادہ سے زیادہ ہو اور لوگ ریاست کے بدلے خود سے لڑنے میں اپنا وقت ضائع کریں۔ ریاست اس ضمن میں کافی حد تک کام کر رہی ہے۔ ریاست کی ہمیشہ سے کوشش ہوتی ہے کہ مقبوضہ خطے میں زیادہ سے زیادہ خانہ جنگی کی ماحول ہو کیونکہ اس کا بنیادی فائدہ ریاست حاصل کرتی ہے جب عوام ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی میں مصروف ہو تو قابض اپنی وہ تمام مفادات پورا کرتا ہے جو قبضے کی بنیاد ہیں جس میں مقبوضہ علاقے کے وسائل کی لوٹ مار ہو یا کرپشن کے ذریعے سماج کے ویلیوز کو نقصان پہنچانا ہو یا قبضے کو ایک دائمی حقیقت میں تبدیل کرنے کیلئے زبان، ثقافت اور دیگر انتہائی احساس قومی اثاثوں پر حملہ ہو ریاست قوم کے اندر انتشار پیدا کر کے خود انہی کاموں میں مصروف عمل رہتی ہے۔

انتخابات جہاں ریاست کیلئے مختلف حوالے سے بہت زیادہ اہم ہوتا ہے اس میں ایک حربہ لوگوں کو لالچ اور مفادات کی جنگ میں دھکیل دینا بھی شامل ہے۔ بلوچ قوم کے اندر

ریاست ہمیشہ سے ایسے مفاد پرست ٹولے کو سامنے لانے کی کوشش کرتی ہے جو اپنے چھوٹے چھوٹے مفادات کیلئے قوم کے خلاف کسی بھی قوم دشمن سرگرمی کا حصہ بنے کیلئے راضی ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال ریکوڑک کی سودے بازی میں نام نہاد قوم پرست جماعتوں کی مکمل حمایت، سی پیک جیسے بلوچ نسل کش منصوبے کی افتتاح کرنے کیلئے ان جیسے ضمیر فروشوں کا برابر کا حصہ لینا شامل ہو یا دیگر بہت بڑے منصوبے اور پروجیکٹس جو بلوچستان میں نسل کشی کے بنیاد بنتے جارہے ہیں انہیں ان مفاد پرست ٹولوں کی جانب سے کسی نہ کسی طرح حمایت حاصل رہی ہے۔ ریکوڑک کی سودے بازی سے لیکر نیشنل ایکشن پلان کے ذریعے بلوچستان بھر میں آپریشنز ان مفاد پرست ٹولوں نے بلوچ سماج کے اندر رہتے ہوئے اپنے چھوٹے زاتی مفادات کو حاصل کرنے کیلئے ریاست کے ہر ناجائز عمل میں بھرپور شرکت کی ہے جو ایک طرف ریاست کے کام کو آسان کرتے ہیں، ریاستی بیانیے کو سماج کے اندر پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں تو دوسری جانب سماج کو جڑوں سے کھوکھلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نیشنل پارٹی کی جانب سے دو سالہ حکومت کیلئے قابض ریاست کی جس طرح حمایت کی گئی وہ سب کے سامنے ایک مثال ہے۔ لوگوں کو لاپتہ کروانے سے لیکر سی پیک جیسے انتہائی خطرناک منصوبے کو بلوچستان میں لانے تک ایسا کوئی بھی قوم دشمن اقدامات نہیں جو نیشنل پارٹی نے دو سالہ وقتی اقتدار کیلئے نہیں اٹھایا ہو۔ نیشنل پارٹی کو ایک مکمل ڈیتھ اسکواڈ کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا اور

ہر علاقے سے ڈیتھ اسکواڈ اور مخبری کا کام سرانجام دیا گیا تاکہ تحریک کو کاؤنٹر کیا جاسکے۔ ریاست ایسے وقتی مفادات کا لالچ دے کر سماج کے مفاد پرست ٹولے کو ایکٹو کر لیتا ہے اور وہ مجموعی طور پر قوم کے نقصان کا باعث بن جاتے ہیں۔

ریاستی الیکشن کا ایک بنیادی مقصد ایک خاص بیانیے کی بھی تشکیل ہے جس کے تحت ایک سوچ پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ بلوچستان میں کوئی بھی غیر انسانی جرائم نہیں ہو رہے ہیں اور عوام ریاست سے خوش ہیں کیونکہ جہاں ریاست کسی قوم کے خلاف سنگین جرائم میں ملوث ہو جہاں ریاستی فورسز گھروں میں چھاپے، دیہی علاقوں میں بمباری، قتل و غارت گری، جبری گمشدگیوں جیسے غیر انسانی عمل کا مرتکب ہو رہا ہو وہاں پر ریاست کسی بھی سطح پر جابر کے عام انتخابات کا حصہ نہیں بنتی کیونکہ انتخابات کا حصہ بننے کا بنیادی مقصد ریاستی نظام سے مطمئن ہونا اور امید لگانا ہوتا ہے جبکہ ایک قابض کے ساتھ مقبوضہ زمین کے لوگوں کی کوئی بھی امید نہیں ہوتی بلکہ وہ اس وقت کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح وہ قابض کو نقصان پہنچائیں یا اس جدوجہد کا حصہ بنیں یا اس کی حمایت کا موقع ملیں جو ریاست کے خلاف جاری ہے۔ بلوچستان میں جو ریاستی جبر قتل وغارت گری اور درندگی جاری ہے ریاست ایسے عام انتخابات کے ذریعے اپنے جرائم کو چھپانے کی بھی کوشش کر رہی ہوتی ہے جبکہ نام نہاد سیاسی جماعتوں کو اسپیس دے کر

انہیں اپنا نمائندہ بنا لیتی ہے تاکہ عوام کے اندر یہ تاثر پیدا کیا جا سکیں کہ قابض فوج کو مقامی نمائندوں اور سیاسی پارٹیوں کی حمایت حاصل ہے۔

مطلوبہ مقاصد کے ساتھ ریاست کی کوشش یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگوں کو قومی جدوجہد سے دور رکھنے کیلئے انہیں مین اسٹریم کیا جائے گو کہ حقیقی لوگ ہمیشہ سے ایسے نام نہاد انتخابات سے دور رہتے ہیں لیکن سماج کے اندر موجود ایک مفاد پرست طبقہ جو خاموشی سے تمام حالات کا مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے اور جب بھی انہیں موقع مل جاتا ہے وہ لوگوں کے اندر ریاست کیلئے ٹرسٹ بلڈنگ کا کام کرتے ہیں کیونکہ ریاست نام نہاد انتخابات کے ذریعے انہیں سیٹ اور مفادات دینے کی آفر کرتی ہے۔ ایسے افراد عام طور پر خاموش رہتے ہیں اور خود کو مظلوموں کی ہمدرد، سیول موومنٹ چلا کر لوگوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کرواتے ہیں لیکن وقت آنے پر عام انتخابات کے ذریعے قابض اور مقبوضہ کے درمیان ایک رشتہ جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی مثال مولانا ہدایت الرحمن جیسے لوگ ہیں جنھوں نے حق دو تحریک کے نام پر ایک طرف پہلے ریاست کے خلاف ایک مضبوط بیانیہ اپنایا جس سے لوگوں کے درمیان انہوں نے اپنے لیے مقام بنایا، عام طور پر ایسے افراد اور تحریک ریاست مخالف اور قومی حقوق کیلئے ہوتے ہیں لیکن درحقیقت یہ قابض اور مقبوضہ کے درمیان رشتہ قائم کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ حق دو تحریک نے جہاں ایف سی، لاپتہ افراد، غیر قانونی ٹرالنگ اور بارڈر کے

مسائل پر عوام کے درمیان آواز اٹھائی اور لوگوں کا اعتماد حاصل کیا جو کہ درحقیقت قابض کے ہوتے ہوئے یہ مسائل کبھی بھی ختم نہیں ہوسکتے ہیں۔ لیکن یہی حق دو تحریک کچھ مہینوں کے اندر انتخابات نزدیک آنے پر اپنے پرانے تمام اہم مطالبات سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور انتخابات کی تیاریوں کا سلسلہ شروع کر لیتا ہے۔ حق دو تحریک جیسے موومنٹ جو پہلے ریاست مخالف بیانیے کے ساتھ سامنے آتے ہیں اور پھر ریاست کے پارلیمنٹ میں جانے تک اختتام ہوتے ہیں ان کا بنیادی مقصد غلام اور آقا کے درمیان رشتہ بنانے کی کوشش ہوتی ہے۔ حق دو تحریک اس کی ایک مثال نہیں بلکہ سول سوسائٹی کے نام پر بہت سے ایسے گروپس ہمیشہ سے ایکٹو ہوتے رہتے ہیں جو پہلے قومی ہمدریاں حاصل کرنے کیلئے مختلف نعرے اور سلوگن کا سہارہ لیتے ہیں اور پھر جب ان کے مقاصد پورا ہو جاتے ہیں تو وہ سیدھا ریاست کے حامی بن جاتے ہیں اور پھر پارلیمنٹ کو ایک ضروری مورچہ کے طور پر دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ریاست ایک مقبوضہ خطے میں انتخابات کو اپنے قبضے کی بنیاد سمجھتی ہے اور قابض کے وجود کیلئے ضروری بھی ہوتا ہے کہ وہ ہر صورت انتخابات کو کامیاب بنائیں گو کہ پاکستان مکمل طور پر ایک ناکام ریاست ہے جہاں فوج کا قبضہ ہے اور فوج کے بغیر بلوچستان تو کیا وفاق میں بھی کوئی پارٹی اپنی حکومت نہیں بنا سکتی بلکہ تمام سیاسی جماعتیں قابض فوج کے ہمنوا اور ان کے وفادار ہوتے ہیں اور فوج کی بوٹ پالش کے ذریعے انتخابات جیتنے کی کوشش

کر رہے ہوتے ہیں لیکن دنیا میں کہیں پر بھی کسی قبضہ گیر کا قبضہ ہوتا ہے وہاں پر ریاست انتخابات کے ذریعے اپنے مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ بلوچستان میں بھی ریاست کیلئے انتخابات بہت معنی رکھتے ہیں۔ ایک ایسے وقت میں جب پورا بلوچستان سڑکوں پر نکل چکا ہے، مائیں اور بہنیں روڑوں پر ہیں اور ریاستی جبر، قتل وغارت گری اور ظلم اور بربریت کو دینا کے سامنے دکھا رہے ہیں اور بلوچستان کے حالات کے حوالے سے ایک حقیقی تصویر پیش کر رہے ہیں ایسے وقت میں ریاست کیلئے بلوچستان میں انتخابات بہت ضروری ہو چکے ہیں کیونکہ آج یہ بات دنیا کے سامنے کوئی ڈھکی چھپی نہیں کہ بلوچستان پر ریاست طاقت کے بل بوتے پر قابض بنا ہوا ہے اور عام عوام ریاست کے خلاف سڑکوں پر نکل چکا ہے۔ مکران، لسبیلہ، جھالاوان، رخشان، کوہِ سلیمان بلکہ بلوچستان کا کوئی بھی ایک ایسا علاقہ نہیں جہاں لوگ سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں ریاستی جبر اور ظالمانہ اقدامات کے خلاف آواز نہیں اٹھا رہے ہیں جبکہ ایک ایسے وقت میں جب بلوچستان کا مسئلہ دنیا کے سامنے آ رہی ہے۔ ایک ایسے وقت میں جب دنیا بھر میں بلوچ مسئلہ ایک بہترین انداز میں جا رہی ہے اور دنیا بلوچستان میں ہونے والے مظالم اور بلوچستان میں موجود قومی آزادی کی جدوجہد اور عوامی مزاحمت کو دیکھ رہی ہے ایسے وقت میں بلوچستان میں ریاست کے انتخابات ریاست کیلئے بہت سے حوالوں سے اس کی وجود کیلئے ضروری ہیں۔ آج جب پوری دنیا کی نظریں بلوچستان کے حالات پر ہیں ایسے وقت

میں جب بلوچ قوم ریاست کی جانب سے عام انتخابات کو بائیکاٹ کرے گی اور ریاستی پارلیمنٹ کے خلاف ریفرینڈم دے گا ایسے وقت میں بلوچستان کا مسئلہ عالمی ٹیبل پر آ سکتی ہے اس لیے ریاست کی کوشش ہو گی کہ عام انتخابات کے ذریعے بلوچوں کے قومی آواز کو دبایا جائے۔ ریاست کی بھرپور کوشش ہو گی کہ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو انتخابات کا حصہ بنائیں تاکہ دنیا بھر میں تحریک کے حوالے سے پیدا ہونے والی سوچ کو محدود کیا جا سکے اور ریاست کو پھرپر وپیگنڈا کرنے کیلئے موقع مل جائے گا کہ بلوچستان کے عوام خود کو ریاست کا حصہ سمجھتے ہیں کیونکہ وہ عام انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں اور اپنے لوگوں کو اسمبلیوں میں بھیج رہے ہیں۔ اس لیے بلوچ قوم کیلئے یہ بہت ضروری بن جاتا ہے کہ وہ ریاست کی جانب سے نام نہاد انتخابات کا مکمل بائیکاٹ کرتے ہوئے دنیا کو یہ پیغام دینے میں کامیاب ہو جائیں کہ بلوچستان کا مسئلہ قابض اور مقبوض کا ہے اور جب تک بلوچستان پر پاکستان کے قبضے کا خاتمہ نہیں ہوتا بلوچستان میں کسی بھی طرح کی امن وسلامتی نہیں آ سکتی۔

پاکستانی الیکشن سے بلوچستان کو ہونے والے نقصانات

جیسے کہ اوپر ان عوامل کا تفصیل سے ذکر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ریاست بلوچستان میں عام انتخابات کا ڈرامہ رچا کر کیا حاصل کرنا چاہتا ہے اور کون سے مفادات کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کر رہی ہوتی ہے وہی ان الیکشن سے بطور قوم مجموطی طور پر بلوچ کو کیا نقصانات کا سامنا ہو سکتا ہے اور بلوچ قومی تحریک جو آج بلوچستان کے لوگوں کی ترجمان بن چکی ہے اور بلوچستان پر قابض پاکستان کے قبضے کا خاتمہ کرنے کیلئے مصروف عمل ہے ایسے عام انتخابات اور ان کی کامیابی سے بلوچ قومی تحریک کو کیا نقصانات کا سامنا ہو سکتا ہے۔

ریاست ہمیشہ سے دنیا میں یہ دروغ گوہی کرتا آرہا ہے کہ بلوچستان میں اکثریت آزادی پسند نہیں بلکہ بلوچستان میں اقلیتی لوگ آزادی کے حق میں ہیں جو ایک سفید جھوٹ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے لیکن ریاست الیکشن اور انتخابات کو جواز بنا کر ہمیشہ یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کرتا آرہا ہے کہ بلوچستان میں لوگ ریاستی انتظام میں ہونے والے الیکشن اور انتخابات کا حصہ بن کر اپنے لوگوں کی نمائندگی کرتے ہیں گو کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ بلوچستان میں جو بھی لوگ پارلیمنٹ میں جاتے ہیں ان میں اکثر تعداد انہی لوگوں کی ہے جو

کسی نہ کسی سطح پر ریاست کیلئے مخبری اور دہشتگردی کا کام کر رہے ہیں۔ ان الیکشنز میں شفیق مینگل بھی حصہ لیتا ہے اور انہیں ریاست کی بھرپور مدد حاصل ہوتا ہے جو دنیا بھر میں بطور ایک دہشتگرد جانا جاتا ہے۔ شفیق مینگل سمیت اکثر و بیشتر لوگ ایسے ہیں جو بلوچستان میں ریاست کیلئے مخبری کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ بارکھان میں سردار عبدالرحمن کھیتران جیسا ظالم اور جابر انسان ہو یا کوہلو میں نصیب اللہ مری جیسے لوگ یا آواران میں قدوس بزنجو جیسے شخصیات جو اپنے اپنے علاقوں میں ریاست کیلئے ڈیتھ اسکواڈز چلاتے ہیں اور دوسری جانب انتخابات کے ذریعے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں کہ یہ سیاسی لوگ ہیں اور پارلیمنٹ کا حصہ ہیں۔

ووٹ کا عمل جہاں دنیا کو دیکھانے کیلئے استعمال کیا جائے گا وہی دوسری جانب یہ ان لوگوں کیلئے بھی مایوسی کا سبب بنے گا جو اس قوم کی آزادی کیلئے اپنا سب کچھ دے رہے ہیں وہ لوگ جو دن رات قومی آزادی کیلئے سفر کر رہے ہیں حتیٰ کہ ہزاروں نوجوانوں نے اس وقت قومی آزادی کیلئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے اور ہزاروں لوگ اس وقت اپنی قومی آزادی کیلئے سروں پر کفن باندھ چکے ہیں اور ہر دوسرے دن کوئی نہ کوئی نوجوان قومی آزادی کے فکر و فلسفے کی آبیاری کیلئے اپنی جانوں کا نذرانہ دے رہے ہیں۔ گو کہ کسی بھی شخص کیلئے زندگی کیلئے قربانی دینا بہت ہی مشکل اور کھٹن ہوتا ہے لیکن بلوچستان میں ہزاروں نوجوان صرف اس سوچ اور فکر پر خود کو قربان کر چکے ہیں کہ ایک نہ ایک دن یہ

قوم آزادی کے سورج کو دیکھ لے گا اور بلوچستان کے عوام ایک سکون اور خوشحال زندگی گزار سکیں گے جہاں بلوچستان کے لوگ اپنے کلچر، زبان اور ثقافت کیساتھ جی سکیں گے ایک ایسا آزاد بلوچستان جہاں لوگوں کو کسی بھی قابض کا خوف نہیں ہو گا بلکہ اپنے زمین پر اپنے لوگوں کی آزاد زندگی ہو گی۔ قابض کے ہاتھوں بلوچستان میں کوئی وسائل کی لوٹ مار نہیں ہو گی اور بلوچستان کے وسائل بلوچستان کے لوگوں پر خرچ ہونگے۔ ایک ایسے وطن پر قربان ہونے والوں کی ذہن میں صرف بلوچ اور بلوچستان کی آزادی کا خواب ہے۔ ہماری قوم کی ایک غلطی اور ووٹ جیسے قوم دشمن اقدامات میں حصہ بننے جیسا عمل ان عظیم جہدکاروں کے دلوں میں رنجش پیدا کرے گی جو اپنی پوری زندگی قوم کی آزادی کیلئے وقف کر رہے ہیں۔ اگر آپ اس قومی آزادی کیلئے جنگ نہیں لڑ سکتے حتیٰ کہ کسی سیاسی اور قومی سرگرمی کا حصہ نہیں بن سکتے لیکن آپ ووٹ کا بائیکاٹ کرکے ان عظیم جہدکاروں کو ایک خاموش پیغام دے سکتے ہیں کہ بلوچ راج مکمل طور پر بلوچ جہدکاروں کے ہمراہ ہے اور انہیں اخلاقی طور پر اپنی حمایت کا بھی اظہار کرسکتے ہیں۔ آج کسی بھی ذی شعور بلوچ کیلئے اس بات کا احساس کرنا مشکل نہیں کہ آزاد بلوچستان کے سوا بلوچوں کے پاس جینے کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔ آج بلوچ قومی عزت روڑوں پر تار تار ہے ہماری مائیں اور بہنیں سڑکوں پر آنسو بہا رہے ہیں اور نوجوان زندانوں میں قید اذیت ناک تشدد سہہ رہے ہیں جبکہ سینکڑوں نوجوانوں کو جعلی مقابلوں اور اجتماعی قبروں میں دفنایا جارہا ہے۔

بلوچستان کا ایک بھی ایسا علاقہ نہیں ملے گا جہاں بلوچ قوم ریاست کی اذیت کا سامنا نہیں کر رہی ہے۔ ان ہزاروں شہدا کی قربانیوں اور اس تمام ریاستی اذیت کا بدلہ صرف ایک آزاد بلوچستان میں پنہاں ہے جس کیلئے ہمیں بطور قوم اجتماعی طور پر جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔

آپ ووٹ دے کر جہاں ریاست کے قبضے کو اخلاقی طور پر سپورٹ کر رہے ہوتے ہیں وہی آپ قوم کے مجرم بن جاتے ہیں۔ اگر آپ ووٹ کیلئے جاتے ہیں اور ووٹ ڈالتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ آپ قومی جرم کا مرتکب ہوئے ہیں کیونکہ یہ صرف ایک ووٹ نہیں ہو گا بلکہ اس سے ریاست کو اخلاقی جواز مل جائے گا کہ وہ بلوچستان پر اپنا غیر قانونی قبضہ قائم رکھیں۔ وہ ریاست جو آپ کے گھروں میں گھس رہی ہے، نوجوانوں کو لاپتہ کرتے ہوئے انہیں جعلی مقابلوں میں نشانہ بنا رہی ہے وہ ریاست جو بلوچستان کے کونے کونے میں بمباری اور قتل عام میں ملوث ہے یہی ریاست جو بلوچستان سے باہر بھی بلوچ نوجوانوں کیلئے موت کے جال بچھا رہی ہے یہی ریاست جو بلوچوں سے اپنی دشمنی نکالنے کیلئے لاپتہ افراد کو گاڑیوں میں رکھ کر ان گاڑیوں کو بم دھماکوں سے اڑا رہی ہے اس ریاست سے کیسے امید کیا جاسکتا ہے کہ اس کے پارلیمنٹ میں جاکر کوئی بلوچستان کے مسئلے کو حل کر سکتا ہے۔ حالیہ دنوں ریاست کے سینیٹ میں سینیٹر مشتاق نامی جماعت اسلامی کے ایک رہنماء کو بلوچستان کے معاملے پر بات کرنے کا حق نہیں دیا گیا۔ نیشنل پارٹی جو

ریاست کے ساتھ وفاداری کی تمام حدیں پار کر چکا ہے اس کو لاپتہ افراد کے حوالے سے سینیٹ کے فلور پر بات کرنے نہیں دیا گیا یہی صورتحال تمام سیاستدانوں کی ہے۔ ایک ایسی ریاست جو پہلے ہی آپ پر واضح کر چکی ہے کہ بلوچستان کے معاملے میں وہ کسی کو بھی برداشت نہیں کرتی ایسے ریاست کے پارلیمنٹ میں جاکر بلوچستان کے ساحل اور وسائل کیسے بچائے جاسکتے ہیں۔ ساحل اور وسائل بچانے کیلئے نیشنل پارٹی کا دیا گیا نعرہ آج ان کے کارکنان خود رد کر رہے ہیں کہ بلوچستان کے معاملے میں وہ خود بات نہیں کرسکتے ہیں لیکن اس حقیقت کے باوجود بے شرمی سے وہ بلوچستان کے لوگوں کو ووٹ دینے کیلئے ورغلاتے ہیں۔ بلوچستان میں پارلیمنٹ کی حیثیت کیا ہے اس سے سب آگاہ ہیں لیکن اس کے باوجود چند ٹھیکوں کیلئے کچھ مفاد پرست لوگ بلوچستان میں ووٹ منڈی کا بازار سجانے کی کوشش کرتے ہیں۔ الیکشن اور پارلیمنٹ کا پرچار کرنے والوں کی کارکردگیاں بلوچ قوم کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہیں کہ انہوں نے بلوچ قوم کیلئے کیا کیا ہے۔ الیکشن اور ووٹ کے نام پر ریاست سے وفادار یہ لوگ صرف زاتی مفاد کیلئے کام کرتے ہیں۔ آج وہ لوگ جو اس نام نہاد پارلیمنٹ کا حصہ ہیں اگر ان کے اپنے بیانات اٹھا کر دیکھا جائے تو یہ اندازہ کرنا آسان ہو جائے گا کہ اس پارلیمنٹ سے صرف چند مفاد پرستوں کے ذاتی مفادات پورا ہوسکتے ہیں لیکن یہاں سے بلوچستان کا کوئی بھی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا ہے۔ جب بھی بلوچستان کے حوالے سے قابض پاکستان کو کوئی فیصلہ کرنا ہوتا ہے وہ ان نام نہاد پارلیمنٹرین کو پوچھتا

تک نہیں ہے جس کی مثال ریکوڑک معاہدہ ہے۔ صرف چند دنوں میں قابض ریاست نے بلوچستان سے لیکر اسلام آباد تک 10 دنوں میں قانون سازی کرتے ہوئے ریکوڑک کو بلوچستان سے نکال کر اختیارات وفاق کے حوالے کئے گئے اور پھر ریکوڑک کو بیرک گولڈ نامی استحصالی کمپنی کو بھیج دیا گیا یہی صورتحال سیندک کی ہے جہاں ہر ایگرمنٹ ختم ہونے کے بعد ریاست ایک چینی کمپنی کو واپس لیز پر سیندک دے دیتی ہے۔ اس سودے بازی میں بس مخصوص ریاستی ایجنٹس کو فائدہ پہنچتا ہے البتہ بلوچستان کی حالت سب کے سامنے ہیں اور غلام کی یہی حقیقت ہوتی ہے۔ دنیا میں کہیں پر بھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ کسی قابض ریاست نے ایک غلام قوم کو سہی معنوں میں ترقی دی ہے۔ قابض کی ترقی کے معنی ہی کچھ الگ ہوتے ہیں۔ ووٹ جیسے عمل اس قبضے اور اس ریاستی لوٹ مار کو اخلاقی جواز فراہم کرتے ہیں۔ کسی بھی ذی شعور بلوچ کو یہ احساس کرنا چاہیے کہ جب آپ گھر سے ووٹ کیلئے نکلتے ہیں تو آپ کو احساس کرنا چاہیے کہ آپ شہیدوں کے لہو کی بے توقیری کرتے ہوئے اس ریاست کو ووٹ دے رہے ہیں جس کے ہاتھ بلوچستان کو لہولہان کرنے میں رنگین ہیں۔ اس پارلیمنٹ کو ووٹ دینا جہاں سے بلوچستان میں نسل کشی کی پالیسیز تیار ہوتے ہیں بلوچ نسل کشی میں حصہ لینے کے برابر ہے۔

ووٹ دینے کے سینکڑوں نقصانات میں ایک نقصان قابض ریاست کیلئے عام عوام کے اندر نرمی پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ وہ پارلیمنٹ جس کو ریاستی فورسز خود نہیں مانتے

ہیں۔ بلوچستان میں جاری نسل کشی کوئی ایک مخصوص ادارہ نہیں کر رہی ہے بلکہ اس میں پارلیمنٹ، عدلیہ، میڈیا اور ریاست کے تمام ادارے شامل ہوتے ہیں۔ بلوچستان میں فوج جن وسائل کو بلوچ قوم کے خلاف استعمال کر رہی ہوتی ہے یہ انہیں یہی پارلیمنٹ سالانہ اپنے بجٹ میں فورسز کو فراہم کرتی ہے۔ بلکہ بلوچستان میں نسل کشی کے حوالے سے جو بھی پالیسیاں بنتی ہیں اس میں پارلیمانی نمائندے باقاعدہ حصہ لیتے ہیں جب بھی بلوچستان کی آزادی کے حوالے سے دنیا بھر میں گفتگو شروع ہوتی ہے تو ریاست کے یہ اہلکار ایکٹو ہو جاتے ہیں۔ جب بھی بلوچستان میں لوگوں کو ماورائے عدالت قتل کیا جاتا ہے نام نہاد حکومتیں انہیں دنیا کے سامنے ڈیفنڈ کرنے کے ساتھ ساتھ اس ریاستی نسل کشی کو جواز فراہم کرتے ہیں اور جھوٹ بول کر غلط بیانی کرتے ہیں۔ دنیا بھر میں فنڈز لیکر فوج کو فراہم کرنا ہو یا دنیا بھر میں اس ریاستی دہشتگردی کی سیاسی زبان بننا ہو پارلیمنٹ ہر طرح بلوچ نسل کشی میں حصہ دار ہوتا ہے۔ ڈاکٹر مالک جیسے لوگ اسلام آباد جاکر انہیں بلوچستان میں کاؤنٹر انسر جنسی کے نام پر پالیسیاں فراہم کرتے ہیں کہ آپ قومی تحریک کو کس طرح کاؤنٹر کر سکتے ہیں اور بلوچستان میں ریاستی قتل عام کو کس طرح منظم انداز میں چلا سکتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی مثال نیشنل پارٹی کی دو سالہ حکومت تھی جس میں بلوچستان بھر میں کتابوں پر پابندیاں لگائی گئیں، کیچ اور دیگر علاقوں میں سیاسی کارکنان کو نشانہ بنایا گیا، جبری گمشدگی اور قتل عام میں شدید اضافہ ہوا بلکہ لائبریریوں پر پابندیاں

عائد کی گئیں یہ تمام اقدامات فوج نے نیشنل پارٹی کی لیڈر شپ کے کہنے پر کیا کیونکہ ان کا بنیادی مقصد بلوچ تحریک کو کاؤنٹر کرتے ہوئے ریاست سے زیادہ وفاداری دکھانا تھا تاکہ ریاست انہیں مزید اقتدار دیں۔ بلوچوں کے نام پر ووٹ حاصل کرکے یہ جماعتیں پارلیمنٹ میں جاکر فوج کی نمائندگی کرتے ہیں اور انہیں بلوچستان میں جاری نسل کشی کے حوالے سے بہترین پالیسیاں فراہم کرتے ہیں۔ نیشنل پارٹی سمیت تمام پارٹیوں کا جائزہ لیا جائے تو اس میں ڈیتھ اسکواڈز کے لوگ میلنگے جنہیں سیاسی جماعتوں کے لبادے اوڑھا گیا ہے۔ جب آپ نیشنل پارٹی، بی این پی یا کسی بھی وفاق پرست جماعت کو ووٹ دے رہے ہوتے ہیں تو آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ آپ صرف ایک مخصوص شخص کو نہیں بلکہ اس پارٹی کو ووٹ دے رہے ہوتے ہیں جس میں ڈیتھ اسکواڈز چلانے والوں کی بھرمار لگی ہوئی ہے۔ نیشنل پارٹی میں سردار عزیز جیسے لوگ شامل ہیں جنہوں نے پیدراک سمیت کیچ بھر میں دہشت پھیلایا ہوا ہے۔ یہی صورتحال دیگر جماعتوں کی بھی ہے جہاں ڈیتھ اسکواڈز، منشیات فروش اور ڈرگ ڈیلر بٹھائے گئے ہیں جنہیں ریاست قوت فراہم کرتی ہے تاکہ وہ بلوچ نسل کشی کو منظم انداز میں جاری رکھ سکیں۔ بلوچوں کے خون سے لت پت ان جماعتوں کو ووٹ دے کر آپ بھی کسی نہ کسی طرح ریاست کی اس نسل کشی کا حصہ بنتے ہیں جس کی پالیسیز یہی لوگ دیتے ہیں۔ اس لیے اس امر کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ریاست کی جانب سے ہونے والے ان الیکشنز کا بائیکاٹ کرنا ضروری ہے تاکہ ہم

ایک طرف ان نام نہاد ڈیتھ اسکواڈز کے اہلکاروں سے دوری اختیار کریں دوسری طرف قابض ریاست، ان کے ہمنوا اور دنیا پر واضح کریں کہ بلوچ لوگ ریاست کے اس نظام کا حصہ نہیں بننا چاہتے بلکہ وہ اس قومی جدوجہد کا اخلاقی حمایت کرتے ہیں جو قابض ریاست کے خلاف جاری ہے۔

ان الیکشنز کا حصہ بن کر مجموعی طور پر آپ بلوچ قومی کاز کو نقصان پہنچا رہے ہوتے ہیں اور ریاست کی بلوچستان میں بنیاد کو مضبوط کر رہے ہوتے ہیں۔ ریاستی فورسز کے مورال کو ڈاؤن کرنے اور ریاست کو یہ پیغام دینا کیلئے کہ وہ جلد از جلد بلوچستان سے نکل جائیں اس کیلئے تمام لوگوں کو اپنا کردار ادا کرنا ہو گا۔ جب بلوچ قوم ریاست کے پارلیمنٹ کو مسترد کریگی تو بلوچستان میں ریاست کیلئے کھڑا رہنے والا کوئی بھی باشعور شخص نہیں ہو گا اور جو کچھ ریاست کے ڈیتھ اسکواڈز کے اہلکار نام نہاد انتخابات کا ڈرامہ رچائیں گے اس سے قوم واقف ہو گی۔ لیکن اگر اس کے برعکس محض کچھ مفاد پرست لوگوں کی بنیاد پر ووٹ دیا گیا اور ریاست کی بنادیں مضبوط کی گئی تو بلوچستان میں نسل کشی اور دیگر ریاستی جرائم اسی شدت سے جاری رہیں گے کیونکہ قابض کا غلام کے ساتھ رشتہ کسی بھی طرح تبدیل نہیں ہو سکتا۔ قابض کے یہاں غلام کیلئے ایک ہی پالیسی ہے اور وہ تشدد کی پالیسی ہے جس کے تحت ہر اس آواز کو دبانا ہے اور اسے خاموش کرنا ہے جو قومی تحریک اور اپنے لوگوں کیلئے اٹھیں۔ آنے والے الیکشنز کے ذریعے ریاست پھر سے دنیا بھر میں نام نہاد جمہوری

حکومت کا ڈرامہ رچانے کی کوشش کر رہی ہے تاکہ ایک جانب فوج بلوچستان میں اپنے جرائم جاری رکھیں اور دوسری جانب انہیں سیاسی نمائندے بھی مل سکیں جو ریاست کی کارروائیوں کا دفاع کر سکیں اور بلوچستان و ریاست کے قابض اور مقبوضہ کے رشتے کو وفاق و صوبے کے رشتے میں تبدیل کر سکیں۔

پاکستانی عام انتخابات اور مقبوضہ بلوچستان کے نام نہاد قوم پرست ووفاق پرست جماعتیں

بلوچستان میں قوم پرستی کو کچھ مخصوص جماعتوں نے اپنے مفادات کیلئے استعمال کیا ہے اُس کے مثال شاید دنیا میں کہیں ملیں۔ قوم پرستی کے نام پر آج بلوچستان میں نیشنل پارٹی، بلوچستان نیشنل پارٹی، بلوچستان نیشنل پارٹی عوامی، حق دو تحریک سمیت درجنوں نام نہاد شخصیتوں نے بلوچستان میں جاری ریاستی قبضے کو مکمل طور پر قانونی اور اخلاقی جواز فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔ آج بلوچستان میں سب سے بڑا مسئلہ ریاستی قبضہ ہے جس کی وجہ سے بلوچستان میں دیگر تمام مسائل موجود ہیں۔ جب تک بلوچستان پر ریاست کا قبضہ قائم رہے گا بلوچستان میں کوئی بھی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا لیکن ان مخصوص اور نام نہاد قوم پرست جماعتوں نے بلوچستان کے مسائل کو بجلی، روڈ اور سڑکوں سے جوڑے رکھا ہوا ہے لیکن آج یہی ضرورتیں ریاست بلوچ قوم کی نسل کشی، تحریک کو نقصان پہنچانے کیلئے استعمال کر رہی ہے۔ قوم پرستی کے دعوے دار یہ جماعتیں بلوچستان میں جاری آئے روز کی نسل کشی، لاپتہ افراد کو جعلی مقابلوں میں قتل کرنے، لاپتہ افراد کے مسئلے کو اٹھانے، بلوچستان میں جاری وسائل کی لوٹ مار کے خلاف بات کرنے کے بجائے

ایسے مسائل سے لوگوں کو جوڑنا چاہتے ہیں جو ریاست کی ضرورتیں ہیں۔ جن سڑکوں کے نام پر یہ نام نہاد جماعتیں سیاست کرتی ہیں یہی سڑکیں ریاست بناکر فوجی کیمپس کو جلدی سپورٹ کرنے، دیہی علاقے جو آزادی پسندوں کے مرکز کے طور پر کام کرتے ہیں انہیں شہروں سے جلدی جوڑ کر ریاست یہاں تک بہت آسانی سے اپنی رسائی یقینی بناتی ہے۔ جبکہ کمیونیکیشن نیٹورک کا استعمال کرتے ہوئے ریاست اپنے لئے مخبری، تحریک سے جوڑے لوگوں کو ٹریس کرنے اور دیگر ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے انہیں استعمال میں لاتی ہے۔ یہ نام نہاد جماعتیں انہی مسائل کے اوپر سیاست کرتی ہیں جو ریاست کے بیانیے ہوتے ہیں۔ آج ایک طرف الیکشن کو لیکر ریاست انتہائی خوفزدہ ہے کہ اگر بلوچستان کے لوگوں نے الیکشن سے مکمل طور پر بائیکاٹ کیا تو ایک طرف بلوچستان بھر میں آزادی کی سوچ مضبوطی کے ساتھ عوام کے دلوں میں سرایت کر جائے گی تو دوسری جانب دنیا بھر میں بلوچستان کی آزادی کے حوالے سے پیغام منظم انداز میں پہنچے گا لیکن ریاست کے زیادہ یہ نام نہاد قوم پرست جماعتیں پریشان ہیں کیونکہ انہیں اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ اگر عوام ان الیکشن کا بائیکاٹ کرتی ہے تو ریاست کیلئے یہ پارٹیاں بے فائدہ ہو جائیں گی اور پھر ریاست انہیں مکمل طور پر نظر انداز کرے گی۔ ان کے مفادات ریاست سے وابستہ ہوتے ہیں اور وہ ریاست کو ہمیشہ سے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ بلوچ اور وفاق کا رشتہ ہماری وجہ سے موجود ہے کیونکہ لوگ ہمیں ووٹ دیتے ہیں اور ہم پھر

انہی پارلیمنٹ کا حصہ بن جاتے ہیں جہاں اب تک بلوچستان کے مسئلے کو لیکر کچھ بھی نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ پارلیمنٹ بلوچ تحریک کے خلاف ایک موثر آواز ہے۔ آئے دن بلوچ قومی تحریک اور تحریک سے جڑے شہیدوں اور شخصیتوں کے خلاف اس اسمبلی فورم سے باتیں ہوتی ہیں۔

بلوچستان کو پاکستانی الیکشن سے کئی حوالے سے بہت زیادہ نقصانات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ ان انتخابات میں حصہ لینے سے ریاست کو اپنے قبضے کو مزید دوام بخشنے کا اخلاقی جواز ملتا ہے اور وہ ایسے اقدامات سے قابض فوجیوں کے مورال بحال کرنے کی کوشش کرتی ہے جو اس وقت مکمل طور پر گر چکی ہے کیونکہ بلوچ قوم نے آج ریاست سے جس طرح اپنی لاتعلقی دکھائی ہے وہ دنیا کے سامنے واضح ہے اور ریاست کے اہلکار بھی اس کو اچھی طرح دیکھ رہے ہیں اور ان کا مورال اس وقت مکمل طور پر گر چکا ہے لیکن اگر بلوچ قوم کے اندر کچھ لوگ یہ غلطیاں کر لیتے ہیں اور کچھ وقتی مفادات کے جھانسے میں آکر ان انتخابات کا حصہ بن جاتے ہیں تو پھر سے ریاست ان کے مورال بحال کرنے کی کوشش کرے گی جہاں اس وقت پورے پاکستان میں بلوچ قومی تحریک کے حوالے سے ایک مضبوط سوچ پہنچ چکی ہے وہیں ان انتخابات کو جواز بنا کر ریاست بلوچستان کے حوالے سے پھر سے اپنے لوگوں کے اندر ایک الگ بیانیہ بنانے کی کوشش کرے گا اور مولانا ہدایت الرحمن، اختر مینگل اور مالک جیسے لوگوں کو سامنے لا کر یہ دیکھانے کی کوشش کرے گا کہ

بلوچستان کے حوالے سے ریاست سنجیدہ ہے۔ گو کہ بلوچستان اور پاکستان کا مسئلہ کوئی فیڈریشن اور صوبے کا مسئلہ نہیں ہے اور نا ہی بلوچستان کا مسئلہ بجلی، پانی اور روڈ سے جڑا ہوا ہے کیونکہ یہ تمام مسائل قابض کی اپنی پیدا کردہ مسائل ہیں ریاست بلوچستان میں کسی بھی طرح کی ایسی سسٹم نہیں چاہتی جس سے لوگ دیگر دنیا سے جڑ سکیں اس کی سب سے بڑی مثال بلوچستان کے اکثر اضلاع اور علاقوں میں انٹرنیٹ کی بندش ہو جہاں ریاست نے علاقوں میں انٹرنیٹ بند کرکے لوگوں کو دنیا سے کٹ کر دیا ہے۔ ان کے علاوہ بلوچستان میں گرلز اسکولوں پر ریاستی ڈیتھ اسکواڈز کا حملہ ہو یا بلوچستان بھر میں اپنی تعلیمی نظام کو مکمل طور پر تباہ کرنا ہو ریاست کبھی یہ نہیں چاہتی کہ بلوچ پڑھ لکھ کر آگے جائیں کیونکہ ریاست کو اس بات کا اندازہ ہے کہ اگر بلوچ قوم دنیا سے زیادہ سے زیادہ جڑنے لگا تو بلوچستان کا مسئلہ بھی ایسے ہی دنیا بھر سے جڑتا رہے گا اس لئے ریاست ہمیشہ سے کوشش کرتی ہے غلام پڑھائی لکھائی سے دور رہیں۔ کیونکہ کوئی بھی باشعور شخص اپنے قوم کے اوپر ہونے والے قبضے کو قبول نہیں کرتا آج ریاست کو بلوچستان میں ان علاقوں میں قومی تحریک مضبوط شکل میں مل رہی ہے جہاں تعلیم کا تناسب زیادہ ہے۔ اس لئے ریاست ایسے نام نہاد پارٹیوں کو سامنے لانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ یہ جماعتیں عام عوام کے اندر ریاستی نظام کے حوالے سے سوچ پیدا کرسکیں۔ ریاست ایسے جماعتوں کی ضرورت کو ہمیشہ سے محسوس کرتا ہے اس لیے طاقت ہونے کے باوجود بھی فوج ان

لوگوں کیلئے ہمیشہ اسپیس بناکر رکھ لیتاہے کیونکہ ریاست کو اچھی طرح علم ہوتا ہے کہ یہ جماعتیں کسی نہ کسی طرح ریاست کیلئے ہی کام کر رہی ہوتی ہیں۔ بلوچستان میں یہ جماعتیں انتخابات کے ذریعے قابض اور غلام کے رشتے کو جوڑنے کی کوشش کر رہے ہیں جسے مسترد کرنا ضروری ہے۔ بلوچستان میں جب بھی آزادی کی صدا منظم انداز میں گونجنے لگتی ہے تو ایسی جماعتیں سرفیس میں ایکٹو ہو جاتے ہیں جو بلوچستان کے حوالے سے انسانی حقوق اور بنیادی مسائل پر بات کرنا شروع کر لیتے ہیں اور قابض ریاست ان کیلئے اسپیس بنا لیتی ہے اور پھر یہ جماعتیں اور تحریکیں جس کی حالیہ مثال حق دو تحریک کی شکل میں موجود ہے وہ ریاست کا کام آسان کرنے لگتے ہیں جو نفرت شدت سے بڑھ جاتی ہے اور قابض اور مظلوم جب بھی آمنے سامنے ہونے لگتے ہیں یہ جماعتیں قابض کیلئے پارلیمنٹ، وفاق اور حقوق کے نام پر نرم گوشی پیدا کرنا شروع کر لیتے ہیں اور عوام کے اندر یہ ثاتر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ پر امن جدوجہد اور پارلیمنٹ کے ذریعے ان مسائل کو ایڈریس کیا جا سکتا ہے جبکہ روزگار اور معیشت کے نام پر عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش ہونے لگتی ہے۔ آج بلوچستان میں یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ عام عوام کے روزگار پر قابض ریاست کی قابض فوج نے مکمل طور پر قبضہ میں لیا ہوا ہے۔ آج اگر بلوچستان کے آزادانہ بارڈر تجارت پر کوئی قبضہ کیا ہوا ہے اور لوگوں کا روزگار چھین رہی ہے تو وہ قابض فوج ہے اسی طرح اندرون بلوچستان بھی جو کاروبار ہے اس پر فوج نے

قبضہ کرتے ہوئے اسے سیکورٹی کے نام پر مکمل طور پر زوال سے دوچار کیا ہے حتی کہ بلوچستان کے کئی علاقوں میں لوگ کھیتی باڑی بھی نہیں کرسکتے ہیں کیونکہ فوج انہیں یہ کام کرنے بھی نہیں دیتا جبکہ فوج کی کوشش ہوتی ہے کہ لوگوں کو دہشتگرد کاؤنٹر ٹیرر ازم ڈیپارٹمنٹ جیسے بلوچ کش فورسز کا حصہ بناکر بلوچوں کو ایک دوسرے سے لڑائیں لیکن آج بلوچستان میں ان جماعتوں کے منہ پر آپ فوج کا نام کبھی بھی نہیں سنیں گے بلکہ کبھی بھی وفاق کو اس کا زمہ دار ٹھہرانے کی کوشش کرتے ہیں تو کبھی بھی بلوچستان میں نام نہاد صوبائی حکومت کو اس کا زمہ دار بتاتے ہیں جب کہ اس وقت سے آج ہر بچہ واقف ہے کہ بلوچستان میں حکومت نامی کوئی چیز نہیں ہوتی بلکہ فوج کے ڈیتھ اسکواڈز کے سربراہ اور فوج کے مقامی ایجنٹ پارلیمنٹ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور نام حکومت کا استعمال ہو رہی ہے۔ ان نام نہاد قوم پرست جماعتوں کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ ایک ایسا سازگار ماحول فراہم کرسکیں جس کے اندر رہتے ہوئے ظالم اور مظلوم ایک ساتھ رہ سکیں جو کہ کسی بھی صورت ممکن نہیں ہے۔ بلوچستان اور پاکستان ایسے ہی دو تضاد ہیں جس طرح دنیا میں قابض اور مقبوضہ ہوتے ہیں۔ اگر اس تضاد کا خاتمہ کرنا ہے تو بلوچستان پر پاکستان کے قبضے کا خاتمہ ضروری ہے اور جب تک بلوچستان پر ریاستی قبضہ قائم رہے گا یہ ممکن نہیں کہ بلوچستان میں خوشحالی یا امن آسکیں کیونکہ یہ قبضہ گیر کے فطرت میں بھی نہیں ہوتا کہ وہ غلام کو وہ تمام آسائش اور آزادیاں دیں جو وہ اپنے لوگوں کو دیتی ہے۔ غلام چاہے امریکہ

کا ہو یا پاکستان کا ان کی حیثیت قبضہ گیر کے سامنے ایک ہوتی ہے۔ بلوچستان کے انتخابات کے نام پر کچھ نام نہاد قوم پرست اور وفاق پرست جماعتیں ایک تعلق جوڑنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن در حقیقت ان کی صلیت قوم کے سامنے واضح ہے۔

بلوچستان میں اس وقت جو وفاق پرست جماعتیں ایکٹو ہیں ان میں پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن سر فہرست ہیں۔ ان وفاق پرست جماعتوں کی بلوچستان میں تاریخ سب کے سامنے واضح ہے کہ انہیوں نے بلوچستان کے ساتھ کس طرح کا سلوک روا رکھا ہوا ہے۔ ن لیگ اور پیپلز پارٹی نے گزشتہ دو مہینے سے بلوچستان میں جو سرکس لگایا ہوا ہے اس سے سب آگاہ ہیں۔ بلوچستان بھر کے ظالم ترین ڈیتھ اسکواڈز کے سربراہوں کو انہوں نے اپنی پارٹیوں میں جگہ دے کر یہ ثابت کر لیا ہے کہ وفاق کا مطلب بلوچستان میں قبضے سے ہے۔ پیپلز پارٹی نے سرفراز بگٹی جیسے فوجی ٹاؤٹ اور بلوچ نسل کشی کے مرکزی کردار کو پارٹی میں جگہ دے کر بلوچستان میں انہیں اپنے نمائندے کے طور پر سامنا لایا ہوا ہے اس فہرست میں ظہور بلیدی، سراج رئیسانی کے بیٹے جمال رئیسانی، ثنا اللہ زہری سمیت درجنوں بلوچ دشمن افراد کو اپنے جماعت میں جگہ دے کر قابض ریاست کے قابض فوج کو بتا دیا ہے کہ اگر بلوچستان میں انہیں حکومت مل جاتی ہے تو وہ بلوچستان میں بھرپور نسل کشی کا راستہ ہموار کرینگے جبکہ دوسری جانب مسلم لیگ (ن) نے میلہ لگا کر ان افراد کو اپنے صحفوں میں جگہ دی ہے جنہیں بلوچستان کا بچہ بچہ دشمن کے روپ میں دیکھتی ہے

جس میں سردار عبدالرحمن کھیتران جیسے لوگ بھی شامل ہیں جنہیں حالیہ دنوں بارکھان میں سنگین غیر انسانی واقعے پر گرفتار بھی کیا گیا لیکن ان نام نہاد وفاق پرست جماعتوں کیلئے بلوچستان کے لوگ اور ان کے مسائل اہمیت نہیں رکھتے ہیں بلکہ ان کیلئے کرسی اہمیت رکھتی ہے جس کا ڈور بلوچستان سے ہلتا ہے کیونکہ قابض ریاست کے قابض فوج کی سب سے بڑی قوت اس وقت بلوچستان میں موجود ہے۔

الیکشنز کو لیکر نام نہاد قوم پرست بلخصوص بلوچستان نیشنل پارٹی کی جانب سے ایک بیانیہ بنایا گیا ہے کہ جب ہم پارلیمنٹ میں نہیں جائیں گے تو شفیق مینگل جیسے لوگ پارلیمنٹ میں جاکر بلوچستان کی نمائندگی کرینگے۔ گوکہ شفیق مینگل جیسے قاتل جب پارلیمنٹ میں جائیں گے تو قوم اور دنیا کیلئے مزید یہ واضح ہو جائے گا کہ بلوچ قوم کو مزید اپنی آزادی کی جدوجہد کو تیز کرنے کی ضرورت ہے تاکہ قابض ریاست سے جلد ہی چھٹکارہ پایا جائے اور دوسری جانب جب ریاست کے یہ کالے بھیڑیے جب پارلیمنٹ میں جائیں گے تو عام بلوچ کیلئے اس پارلیمنٹ کی حقیقت مزید واضح ہو جائے گی کیونکہ اس پارلیمنٹ سے بلوچستان کا کوئی بھی مسئلہ حل نہیں ہونے والا ہے۔ ان کے اپنے لیڈروں کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ ہمیں بلوچستان کے حوالے سے بات کرنے کا اختیار نہیں ہے جب آپ کو ان نام نہاد قانون ساز ایوانوں میں بات کرنے کا اختیار نہیں ہے تو آپ یہاں کر کیا رہے ہیں؟ کسی نہ کسی طرح یہ خود اس حقیقت کا اظہار کر چکے ہیں کہ پاکستان کے اندر پارلیمنٹ کی کوئی

حیثیت نہیں ہے بلکہ بلوچستان میں تمام معاملات کینٹ سے ڈیل ہوتے ہیں حتی کہ پارلیمنٹ سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنی پسند کی کسی جماعت میں بھی نہیں جاسکتے ہیں بلکہ پارٹیاں بھی یہ لوگ ایجنسیز کے کہنے پر جوائن کرتے ہیں کیونکہ یہ جماعتیں بلوچستان میں سیاسی ڈیتھ اسکواڈز کا کام کرتے ہیں۔ ایک طرف اس حقیقت کا رونا نیشنل پارٹی اور بی این پی سمیت دیگر قوم پرست پارلیمانی لوگ خود روتے ہیں کہ بلوچستان کے پارلیمنٹ میں انہیں کچھ بھی اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ ڈاکٹر مالک جو سی پیک کے دستخط میں خود بطور وزیر اعلیٰ بلوچستان شامل تھا بعد ازاں اقرار کرتا ہے کہ سی پیک سے متعلق انہیں کچھ نہیں کہا گیا تھا بلکہ معاہدے کے مسودے بھی انہیں نہیں دکھائے گئے تھے۔ ایک طرف یہ خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اس پارلیمنٹ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور بلوچستان کے حوالے سے جتنے بھی معاملات ہیں وہ فوج خود ڈیل کرتی ہے تو دوسری جانب یہی منافق لوگ بلوچستان بھر میں لوگوں کو جھوٹ بولتے ہیں کہ انہیں ووٹ دیا جائے تاکہ وہ پارلیمنٹ میں جاکر بلوچستان کے حقوق کی تحفظ کریں۔ جس پارلیمنٹ میں انہیں بلوچوں کے حوالے سے بات کرنے کا اختیار نہیں اسی پارلیمنٹ میں جانے کیلئے بلوچستان کے گھر گھر جاکر جھوٹ بولتے ہیں جو ان کے دوغلاپن ہونے کی ثبوت ہے۔ ان دوغلاپن لوگوں سے بلوچ قوم کس طرح امید لگا سکتی ہے کہ یہ لوگ پارلیمنٹ جاکر بلوچستان کے مسائل کو حل کرینگے بلکہ یہ بلوچستان میں مسائل پیدا کرنے میں شامل ہیں۔ بلوچستان پر

ریاستی قبضہ اور بلوچ اور پنجابی کا رشتہ پوری دنیامیں عیاں ہے لیکن ان کی جانب سے مسلسل یہ کوشش ہورہی ہے کہ بلوچستان کو مزید اسلام آباد کی کالونی بنایاجائیں۔

اگر بلوچستان میں پارلیمانی پارٹیوں کے کردار پر ایک نظر دوڑائی جائے تو اندازہ کرنا مشکل نہیں ہو گا کہ انہوں نے اب تک بلوچستان کیلئے کیا کچھ کیا ہے۔ ٹھیکہ لینے، ریاست کی مخبری کرنے اور بلوچستان میں جاری قومی آزادی کی جدوجہد کو کاؤنٹر کرنے کے علاوہ ان جماعتوں کی بلوچستان کے حوالے سے کوئی بھی کردار نہیں ہے۔ ان جماعتوں کی جانب سے اب تک بلوچستان میں ادب اور لٹریچر پر ایک فیصد بھی کام دیکھنے کو نہیں ملتا ہے بلکہ مادری زبانوں کو کاؤنٹر کرنے میں یہ لوگ پیش پیش ملینگے۔ بلوچستان کے ہر معاملے میں ان کا کردار منفی میں ہی آئے گا۔ جہاں انہوں نے لٹریچر کے فروغ کے بجائے ریاست کو بلوچستان میں کتابوں پر قدغنیں لگانے کیلئے اکسایا ہے وہی دوسری جانب انہوں نے منشیات فروشوں کو اپنے صحفوں میں جگہ دے کر انہیں سیاسی لبادے میں اوڑھے رکھا ہوا ہے۔ امام بل سے لیکر سردار عزیز اور ہوتمان تک بلوچستان کے تمام ڈرگ مافیاز اس وقت ان سیاسی جماعتوں میں موجود ہیں۔ سیاست کے نام پر کچھ مفادات کیلئے یہ تمام جماعتیں ریاست کی بی ٹیم کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ایک طرف بلوچستان میں لاپتہ افراد کے نام پر سیاست کرتے ہیں تو دوسری جانب نوجوانوں کو لاپتہ کروانے میں ان کے اپنے لوگوں کا کردار ہوتا ہے۔ سردار علی حیدر جیسے نامی گرامی ڈیتھ اسکواڈز کے اہلکاروں کو

محض اس لیے پارٹی صحفوں میں جگہ دیا جاتا ہے تاکہ وہ فوج کا کام کرتے ہوئے پارٹی کے نام پر ایک سیٹ لے سکیں جس سے انہیں مالی فائدہ پہنچیں۔

چیئرمین ڈرپشان بلوچ کا پیغام

دوستو اور ساتھیو

دنیا میں کوئی بھی قوم کسی دوسرے قوم کی بقاء اور وجود کا زمہ نہیں لیتا بلکہ یہ زمہ ہر قوم کے اپنے لوگوں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ قومی وجود اور بقاء کی کس حد تک حفاظت کرسکتے ہیں۔پندرہ ہزار سال پرانی تاریخ کے مالک ریڈ انڈین جب بطور قوم سست مزاجی اور کاہلی کا مظاہرہ کرتی ہے تو اس کا نتیجہ بطور قوم ان کے خاتمے کا سبب بن جاتی ہے اور نئے نسل کے لوگ اپنے آباؤاجداد کے کردار پر ان کو یاد کرنے تک تیار نہیں۔ اس لیے کسی بھی زندہ قوم کے فرزندوں کیلئے تاریخ کے فیصلہ کن موڑ پر انتہائی احساس ہوکر اپنی زمہ داریوں کو نبھانے کی کوشش کرنا چاہیے کیونکہ بطور قوم ہماری ایک چھوٹی سی بھی غلطی ہماری قومی زوال کا سبب بن سکتی ہے اور تاریخ کے اوراق پر ہم بھی ایک قصہ پارینہ بن سکتے ہیں۔

بلوچ قومی بقا اور وجود کی تشکیل کیلئے بلوچ قومی مزاحمت نے آج قوم پر بہت سی چیزیں واضح کردی ہیں جس میں قومی غلامی کا احساس، ریاستی قبضے کے خلاف مزاحمت کا فلسفہ اور قوم کے اندر اداراتی سوچ کی پیدائش سے قومی شعور اور ایک آزاد بلوچستان کا ڈھانچہ اور ایک بہترین مستقبل کیلئے قومی تحریک کی شکل میں بلوچ قوم کی بطور ایک

شناخت اور زندہ رہنے کی راہ دی ہے۔ موجودہ قومی تحریک کے یہاں پہنچنے کی بنیادی اسباب یہی ہے کہ بلوچ آباؤ اجداد نے تاریخ کے فیصلہ کن موڑ پر پیچھے ہٹنے کے بجائے قومی شناخت کو ترجیح دیتے ہوئے سخت فیصلہ کیااور آج ایک مرتبہ پھر بلوچ قوم تاریخ کے فیصلہ کن موڑ پر کھڑا ہے جہاں ایک طرف بلوچ قومی تحریک کی شکل میں بلوچ قوم کو مستقبل کیلئے ایک خوشحال اور آزاد ریاست پر مبنی پروگرام دیا گیا ہے جہاں بلوچ قومی زبان، ثقافت، جغرافیہ، سمندر الغرض تمام قومی بقاء یقینی ہے جبکہ دوسری جانب قابض کی غلامی کا راستہ ہے جس میں مقامی دلال الیکشنز اور ووٹ کے ذریعئے فیڈریشن کی شکل میں مضبوط کرنا چارہے ہیں۔ اس فیصلہ کن موڑ پر بلوچ قوم کونسے راستے کا انتخاب کرے گا یہی ہمارے مستقبل کا تعین کرے گی۔

اس قبضے کے دوران ریاست نے بلوچستان میں سماجی اسٹریچر کو مکمل طور پر تباہ کر دیا ہے۔ بلوچ قومی ویلیوز مسخ کئے گئے ہیں، روایات روند ڈالے گئے ہیں، بلوچ سیکولر کلچر کو مذہبی لبادے میں اڑھنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ زبانوں کے بہانے بلوچ قوم کو تقسیم کرنے کی کوشش کی گئی ہے علاقوں کے اندر بلوچ قوم کو بانٹنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ ریاستی ٹیکسٹ بکس کے ذریعئے نوجوانوں کی غلط ذہن سازی کرنے کی کوشش کی گئی ہے ان تمام عمل کا بنیادی مقصد بلوچ قوم سے ان کی شناخت مٹانا مقصود رہا ہے اس لیے اس امر کی

شدت سے ضرورت ہے کہ بلوچ قوم کے فرزند ان عوامل کا بخوبی اندازہ لگائیں اور ان کو مستقل حل کرنے کیلئے بلوچ قومی تحریک کی شکل میں جاری منظم جدوجہد کا حصہ بنیں۔

موجودہ حالات میں جہاں ایک طرف ریاستی الیکشنز کیلئے ریاست کے وفادار اور مفاد پرست ٹولہ بلوچستان بھر میں کمپینز میں مصروف عمل ہیں وہی دوسری جانب بلوچستان میں ایسے سینکڑوں مسائل ہیں جن پر بات کرنے، لکھنے اور ان کے خلاف آواز اٹھانے کی ضرورت ہے۔ جہاں ایک طرف مفاد پرست اور وفاق پرست افراد انتخابات کیلئے کمپین کر رہے ہیں وہی دوسری جانب بلوچستان میں گزشتہ چالیس دنوں سے احتجاجی تحریک چل رہی ہے مائیں اور بہنیں روڑوں پر ہیں جبکہ بلوچستان بھر میں ریاستی بربریت جاری ہے۔ جعلی مقابلے، ڈیتھ اسکواڈز کے ذریعے لوٹ مار، استحصالی کمپنیوں کے ساتھ مل کر بلوچ وسائل کی لوٹ مار، جبری گمشدگیاں اور مختلف علاقوں میں بمباری سمیت ریاست نے بلوچستان کو مکمل طور پر آگ میں جھونک دیا ہے۔ ایک ایسا وقت میں جب ایک طرف ریاست نے بلوچستان میں آگ لگائی ہوئی ہے وہی ووٹ کے نام پر بلوچ قوم کو ورغلانے کا عمل بھی شدت سے جاری ہے۔ ہمیں سنجیدگی سے سوچنے چاہیے کہ ایک ایسی ریاست جو بلوچ ماؤں اور بہنوں کو اپنے دارالحکومت میں میڈیا کے سامنے بربریت کا نشانہ بنا رہی ہے ایسے ملک کے پارلیمنٹ میں جا کر ضمیر فروش لوگ جو زیادہ ڈیتھ اسکواڈز اور منشیات فروشوں پر مشتمل ہیں جا کر کیا کر سکتے ہیں۔ بلوچستان میں پارلیمنٹ ریاست کے

ڈیتھ اسکواڈز کے اہلکاروں کیلئے موجود ہے جہاں فوج نے اپنے سیاسی نمائندے بٹھائے ہیں جنہیں بلوچستان سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ ان کا ہاتھ مضبوط کرنا یا ریاست کے اس نظام کو مضبوط کرنا بلوچستان پر قبضے کو دوام بخشنے کے مترادف ہے۔

آج بلوچستان بھر میں کچھ نام نہاد مفاد پرست ٹولے ووٹ کیلئے ایکٹو ہو چکے ہیں جو مختلف جواز دے کر پارلیمنٹ میں جانے کیلئے راستہ ہموار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں گو کہ اب یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ فوج کی مرضی و منشا کے بغیر بلوچستان سے کوئی بھی شخص پارلیمنٹ کا حصہ نہیں بن سکتا اس لیے اس وقت بلوچستان میں ووٹ کے نام پر ورک کرنے والے اکثر و بیشتر لوگ فوج کے اپنے لوگ ہیں جو ایک طرف ڈیتھ اسکواڈز چلاتے ہیں جبکہ دوسری جانب مختلف سیاسی پارٹیوں میں شمولیت کرتے ہوئے خود کو سیاسی لبادے میں اوڑھتے ہیں لیکن ان کی حقیقت فوج کی نمائندگی سے وابستہ ہے۔ جہاں جمال رئیسانی اور سرفراز بگٹی جیسے لوگ اپنی اس حقیقت کا کسی نہ کسی طرح اعتراف کرتے ہیں وہی ایسے بھی لوگ ہیں جو ایک طرف قوم پرستی اور بلوچ کا نام استعمال کرتے ہیں جبکہ درحقیقت انہیں بھی بلوچستان سے کوئی سروکار نہیں بلکہ وہ بھی کسی نہ کسی طرح بلوچستان میں ریاست کے بیانیے کو ہی آگے بڑھا رہے ہوتے ہیں۔ ایک طرف ریاست کیلئے مخبری کا کام کرتے ہیں جبکہ دوسری جانب عوام کو دھوکہ دینے کیلئے بلوچ قومی حقوق اور سائل و وسائل کیلئے جدوجہد کا دعوی کرتے ہیں۔ سائل و وسائل کی حفاظت کے

دعویٰ دار خود بلوچ ساحل کو چین کے ہاتھوں کچھ مفاد کے عوض فروخت کرنے میں پیش پیش رہے ہیں جن سے آج بلوچستان کا ہر ذی شعور شخص واقف ہے۔ ہمیں سمجھنے کی ضرورت ہے کہ قابض کی ترقی کا مطلب غلام کی تباہی سے وابستہ ہوتا ہے۔ جبکہ دوسری جانب غلام کی فطرت میں ہوتا ہے کہ وہ اپنے قومی طاقت سے لاشعور ہوتا ہے اور قابض ان کے ذہن میں یہ بات جگہ دینے کی کوشش کرتی ہے کہ ریاست انتہائی طاقت ور ہوتا ہے اور اس کے خاتمہ ممکن نہیں جبکہ ریاست اپنی ملٹری طاقت کے حوالے سے ایک ایسی سوچ پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ اس کے ملٹری کو کوئی بھی طاقت شکست نہیں دے سکتی لیکن تاریخ کے اوراق اس بات کی گواہی دینگے کہ عوامی طاقت کے سامنے دنیا کی کوئی بھی ملٹری کامیاب نہیں ہوئی ہے۔ بلوچ قوم اپنی قومی طاقت کا پہچان رکھیں اور اس کی شدت کا اندازہ لگائیں۔ ریاست کو اس وقت بلوچستان میں ان نام نہاد پارلیمانی جماعتوں نے مضبوط بنیاد دی ہے جو عوام کے اندر ریاست کے حوالے سے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر ان کے لوگوں کو ووٹ کے ذریعے نمائندگی دی گئی تو بلوچستان کے لوگوں کو حقوق دلوائیں گے لیکن حقیقت میں بلوچ ریاست کے نظر میں غلام ہیں اور ان کے حقوق سے مراد مخصوص ریاستی لوگوں کی سہولت سے وابستہ ہے۔

اگر آج ہم ایک آزاد ریاست کے اندر جی رہے ہوتے تو ہمیں الیکشن کے انعقاد کی سب سے زیادہ خوشی منانی چاہیے تھی کیونکہ کسی بھی آزاد اور جمہوری ریاست

کے اندر انتخابات کی اہمیت انتہائی زیادہ ہے اور ہر آزاد اور جمہوری ریاست میں احسن طریقے سے یہ عمل سرانجام دینی چاہیے تاکہ ووٹ کے ذریعے عوام اپنے نمائندے منتخب کر سکیں لیکن دنیا کے دیگر مقبوضہ خطوں کی طرح بلوچستان جیسے جنگ زدہ اور مقبوضہ علاقے میں انتخابات کا ڈھونگ رچانا کسی سیاسی اور جمہوری عمل کا حصہ نہیں بلکہ اس کا بنیادی مقصد ریاستی قبضے کو منظم بنانا اور فوجی نمائندوں کو عوامی نمائندے کے طور پر پارلیمنٹ میں بھیج دینا جہاں کرپشن اور فوجی پالیسیوں کی منظوری دینے کے علاوہ ان کا کوئی کام نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ بلوچستان کے سطح پر اسکول اور نلکے و بجلی دینے کا فیصلہ بھی علاقائی نمائندے نہیں بلکہ علاقوں میں تعینات بریگیڈیر اور کیپٹن کر لیتے ہیں ان کا کام محض ان فوجیوں کی احکامات کی تکمیل کرنا ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم ان فوجیوں کے نمائندوں کو ووٹ دے کر ان کے پارلیمنٹ میں بھیج دیں جو پہلے سے فوج نے سلیکٹ کر لئے ہیں ہم ووٹ سے دور رہ کر بلوچ جہدکار اور دنیا کو پیغام دیں کہ ہم بطور قوم اس ریاست کے پارلیمنٹ کا حصہ نہیں بنیں گے۔ پاکستانی ریاست کے کسی بھی ادارے کا حصہ بننے کا مطلب ریاست کی مضبوطی ہے۔ آپ فوج یا بیروکریسی کا حصہ بنیں یا پارلیمنٹ کی شکل میں ریاست کی وفاداری کا کام سرانجام دیں دونوں صورتوں میں آپ ریاست کیلئے ہی کام کرتے ہیں اور اس کی مضبوطی کا سبب بنتے ہیں۔ بلوچ نسل کشی اور بلوچ قومی تحریک کے خلاف صرف فوج ہی سرگرم نہیں بلکہ ریاست کے تمام ادارے بشمول

پارلیمنٹ اس نسل کشی میں برابر کے شریک اور ریاست کے وفادار کے طور پر بلوچستان میں کام کر رہے ہیں۔ ایسے حالات میں جہاں بطور قوم بلوچ جنگ کا سامنا کر رہی ہے جہاں ہر روز بلوچ ریاست کے ہاتھوں اپنی لاشیں اٹھا رہی ہے ایسے حالات میں ریاست کے پارلیمنٹ کا حصہ بننا قومی جرم ہے جس کا ارتکاب کرنے والے تاریخ کے اوراق میں بد نما داغ کی شکل میں یاد رکھے جائیں گے۔

آج جو افراد پارلیمنٹ کا راگ الاپ رہے ہیں انہوں نے اب تک بلوچستان کو دیا کیا ہے؟ اگر تاریخی طور پر دیکھا جائے تو سی پیک پر دستخط کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ یہی نیشنل پارٹی ہے جو آج بلوچستان میں سائل و وسائل بچانے کا دعوی کرتی ہے۔ بی این پی مینگل کا کردار چاغی اور ماہل بلوچ کے کیس سے واضح ہو گیا جہاں ایک واقعے میں انہوں نے پیسے لیکر اپنی کور کمیٹی کی میٹنگ تک واپس کر دی جبکہ دوسرے واقعے میں ریاست کو بلیک میل کرتے ہوئے گورنر شپ لے لی اور پھر گورنر وہی زبان استعمال کرتا رہا جو بلوچستان میں فوجی نمائندے کرتے ہیں۔ یہ تمام لوگ جو بلوچستان میں ووٹ اور الیکشن کی بات کرتے ہوئے بلوچستان کے مسائل کا ذکر کرتے ہیں در حقیقت ان کا بنیادی فلسفہ کرپشن اور پیسہ کمانا ہے جبکہ انہیں بلوچستان کے حقوق سے کوئی بھی واسطہ نہیں ہے۔

دنیا میں قومی پارٹی کے حوالے سے جو تصور موجود ہے اس کی بنیادی مقاصد میں قوم کیلئے وژن ہوتا ہے اور اس کے کام کا دارومدار بھی قومی مفادت سے جڑا رہتا ہے لیکن کیا اگر ان موجودہ پارٹیوں کا جائزہ لیا جائیں تو اس میں قومی تصور کا وجود ملے گا؟ ماسوائے کرپشن اور بلوچ قوم کے نام پر بلیک میلنگ کے ان پارٹیوں نے اب تک قومی مفاد کیلئے کونسے عمل سرانجام دیئے ہیں؟ اس حقیقت کا ادراک آج تمام بلوچ کو ہونا چاہیے کہ اگر حقیقی معنوں میں بلوچ قومی مفاد کیلئے کسی سیاسی جماعت نے کام کیا ہے تو وہ آزادی پسند جماعتیں رہی ہیں جن کے لیڈرشپ نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے قومی آگاہی اور آزادی کا پیغام گھر گھر پہنچایا ہے۔ قومی آزادی کیلئے جدوجہد کی پاداش میں آزادی پسند بلوچ سیاسی جماعتیں ریاست کے سنگین اعتاب میں رہی ہیں لیکن اگر پارلیمانی جماعتوں کی بات کی جائے تو انہوں نے ریاست کیلئے مخبری کے سوا بلوچ قومی مفاد کیلئے کچھ بھی نہیں کیا ہے بلکہ یہ جماعتیں اس جنگ سے کسی نہ کسی طرح مفادات حاصل کرتے رہے ہیں۔

مہذب بلوچ قوم

ایک ادنی سیاسی جہد کار کی حیثیت سے آپ سے یہی کہنا چاہتا ہوں ہیں کہ ہم بطور قوم آج ایک فیصلہ کن موڑ پر کھڑے ہیں جہاں ہمیں سنجیدگی سے فیصلہ کرنے کی

ضرورت ہے کہ ہم بطور قوم اپنے مستقبل کو کس طرح بنانا چاہتے ہیں اگر ہم چاہتے ہیں کہ اسی طرح بلوچ قوم پاکستان کی غلامی کی دلدھل میں پھنسے رہیں جس سے آج پنجابی طبقہ خود بھی خوش نہیں ہے۔ آج پنجاب کے اپنے لوگ لاکھوں کی تعداد میں سالانہ طور پر بارڈرز کے ذریعئے یورپ جانے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ لاکھوں لوگ پیسے جوڑ توڑ کر سیدھا یورپ اور دیگر خلیجی ممالک میں شفٹ ہو جاتے ہیں۔ ایک ایسی ریاست جس پر قابض طبقہ بھی بھروسہ نہیں کرتا، پاکستانی فوجی جرنیل اور نام نہاد سیاست دانوں کے اپنے اثاثے بھی یورپ میں چھپائے گئے ہیں تاکہ ان کے بچے مستقبل میں وہی پر سیٹل ہو جائیں اور ایسے حالات میں بلوچستان کے نام نہاد سیاست دان بیگانے کی شادی میں عبداللہ دیوانے کا کردار ادا کرتے ہوئے ریاست سے ایسی امیدیں باندھ رہی ہیں جیسے انہوں نے اپنے لوگوں کو بہترین آزادی اور سکون کی زندگی دی ہے۔ ایک ایسی ریاست جس پر قابض طبقہ خود خوش نہیں جہاں تمام اقوام اپنی آزادی اور خودمختاری کی بات کررہے ہیں ایک ایسے ریاست کی پارلیمنٹ کا حصہ بن کر لوگوں کے دلوں میں اس کے حوالے سے بھروسہ پیدا کرنے کی کوشش کرنا قومی جرم کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ گزشتہ ستر سالوں سے یہ لوگ پارلیمنٹ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور اب تک انہوں نے بلوچستان کو دیا کیا ہے؟ ان کی کارکردگی ماسوائے کرپشن اور فوجی نمائندگی کے کیا رہا ہے؟ آج بلوچستان کا کونسا علاقہ ریاستی تشدد کے زیر اعتاب نہیں؟ بلکہ جہاں ایک طرف ریاست نے ظلم اور جبر کا

بازار گرم رکھا ہوا ہے وہی دوسری جانب بلوچستان کے آزادانہ کاروبار کو بھی گزشتہ کئی سالوں کے اندر تباہ کر دیا گیا ہے۔ غیر مقامی آباد کاری کو دن بدن بڑھایا جارہا ہے اور گوادر جیسے مرکزی بلوچ شہروں کو چینیوں کے حوالے کیا جارہا ہے۔ یہ تمام حالات ایک ایسے خوفناک منظر کی پیش گوہی کر رہے ہیں کہ یہاں ہماری ایک چھوٹی سی بھی کوتاہی تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔

ان تمام حالات میں بلوچ قوم پر فرض ہے کہ وہ شعوری طور پر پاکستانی انتخابات کا بائیکاٹ کریں اور خود کو بلوچ مزاحمت سے جوڑ دیں کیونکہ اس جدوجہد کا تعلق قوم کی حمایت سے ہے۔ ان حالات میں انتخابات جیسے عمل کو قومی سطح پر ترک کر کے ہم قومی جدوجہد کی خاموش حمایت کے ساتھ دشمن پر بھی واضح کر سکتے ہیں کہ بلوچ قوم مزید اس ریاستی نظام پر بھروسہ نہیں رکھتی۔

گچین ءُ چار ءُ گزار اِنت پدءَ منی ڈیھ ءَ
زبان ءُ کول ءُ کرار اِنت پد ءَ منی ڈیھ ءَ

در آمداں اِد ءَ بستگ تلاہ ءِ کوٹ ءُ کلات
بلوچ بزّگ ءُ وار اِنت پدءَ منی ڈیھ ءَ

پدءَ منی وتنءَ دروگ ءَ را راست ءِ نام دینت
ھرام ءِ کار ھِلار اِنت پدءَ منی ڈیھ ءَ

چہ ترس ءَ میریں شپانکانی دپ شُتگ بند ءَ
گستاچ گرک ءِ میار اِنت پدءَ منی ڈیھ ءَ

ھمک گورءَ منی ھلک ءَ پدءَ شپ ءِ راج اِنت
چراگ ءِ دیم ھتار اِنت پدءَ منی ڈیھ ءَ

من جبزماں کیت پدءَ ھُون ءِ ششتگیں ھارے
تپنگ ءُ تیر ءِ توار اِنت پدءَ منی ڈیھ ءَ

من سدّکاں دگے یک کیامتے گُوزیت کآزی
کہ زُلم ءِ کدہ چکار اِنت پدءَ منی ڈیھ ءَ

مبارک کآزی

سگار پبلیکیشنز
www.bsoazad.org